انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر اعزازی: ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد:۴، شمارہ:۱، جنوری ۲۰۱۹ء/ ربیع الآخر۔ جمادی الاول ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی............نئی دہلی

زبیر ملک فلاحی............لکھنؤ

انیس احمد فلاحی............جامعۃ الفلاح

فی شمارہ:	اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
سالانہ زر تعاون:	اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by **Ziauddin Falahi** ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025.
Printed at: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۳
اقدار پر مبنی نصابِ تعلیم کی ضرورت	مولانا انعام اللہ فلاحی	۷
اردو تراجم قرآن پر ایک نظر (۳۷)	ڈاکٹر محی الدین غازی	۹
افادات جلیل احسن ندویؒ (۱۴)	ظفر احمد الاثری	۱۶
طلاقِ ثلاثہ: علمی و تحقیقی بحث (۱)	مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی	۳۴
اصلاحِ معاشرہ میں حضرت ام سلیمؓ کا کردار	ساجدہ ابواللیث فلاحی	۴۷
درد (Pain) کا شافی یونانی علاج	حکیم شاہد بدر فلاحی	۹۵
شعر و نغمہ	پروفیسر اشتیاق دانش فلاحی	٦۷
تعارف و تبصرہ	عبدالرحمٰن سرور	٦۸
آپ کے خطوط	محمد اشہد فلاحی	۷۰
جامعہ کے لیل و نہار	مصباح الباری فلاحی	۷۱
اخبار انجمن		۷۵

خط و کتابت وارسال زر کا پتہ

Zeeshan Apartment, F-9, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

Email: jareedahayatenau@gmail.com

موبائل نمبر مدیر: +91-9927206518

تعلیم وتحقیق سے تقویٰ کا لزوم

تعلیم، تحقیق اور اتقاء۔ تہذیب اسلامی کی تاریخ میں تین معتبر، چشم کشا اور قابل تقلید ادارے تسلیم کیے گئے ہیں۔ ان کے لزوم کے نتیجہ میں فرد و معاشرہ کے فوز وفلاح میں خوشگوار انقلابی تبدیلی کی مستقبل میں بھی امید کی جاسکتی ہے۔ خیرالقرون۔ عہد نبوی تا عہد تبع تابعین۔ میں تعلیم وتحقیق کو تقویٰ کی امرت عطا کی گئی تھی۔ چنانچہ مسلم دنیا کے مدارس کے نصاب میں تعلیم وتحقیق اور تقویٰ کے مطلوبہ ثمرات سے اسلامی تہذیب وتمدن مالا مال اور ثمر بار ہوتی رہی ہے۔

مدرسی نصاب عہد صحابہ اور تبع تابعین (سیاسی عہد زوال) تک امت مسلمہ کے سیاسی غلبہ وعروج کی شہادت پیش کر چکا ہے۔ درس وتدریس اور تحقیق وتخلیق کی جزئیات میں اختلاف اور ان کی تعبیرات میں بحث ونظر کی فطری گنجائش ہے مثلاً یہ کہ تعلیم میں فرض کفایہ کی بحث، سائنسی اور عمرانی علوم میں ترجیح کی بحث، یا مختلف النوع تحقیقات کی زمانی ومکانی ترجیحات کی بحث، یا ریسرچ وتحقیق اور مناہج میں نقد واستدراک کی پوری گنجائش موجود ہے۔ لیکن تعلیم وتحقیق کے ایوان میں تقویٰ (طہارت تزکیہ) کی قائدانہ شرکت کی بحث اسلامی تہذیب کی تاریخ میں غیر متنازع رہی ہے۔ قابل تقلید پہلو یہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مدارس میں علم وتحقیق کے دائرے نہایت کشادہ رہے ہیں اور ان تمام دائروں میں قرآنی تزکیہ نے ان علمی فتوحات کو حیات تازہ، اجتہاد اور تابندگی عطا کی تھی۔ بطور مثال علم نحو وصرف کے علاوہ علم طب کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان علوم کے معلمین قرآنی تزکیے سے قریب رہے چنانچہ اُن کے مناہج تدریس اور مقاصدِ تحقیق الہامی اقدار سے قریب رہے اور اس قربت واتصال نے اسلامی شناخت (identity) کی بقا اور

اسے زوال سے روکنے ہیں آہنی دیوار کا کام کیا ہے۔مثال کے طور پر مذکورہ تینوں ادوار کے مدارس اوران کے نظام ونصاب میں علم کی ثنویت (دین ودنیا کی تفریق) کا عفریت سرنہیں ابھار سکا اور فلسفہ توحید کی بالا دستی اور سرپرستی کسی نہ کسی صورت میں اس نظام تعلیم کے خمیر کا نمایاں عنصر رہا۔ تاریخی طور پر کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسیہ کے اسلامی مدارس جو یونیورسٹی کا مقام رکھتے تھے، تعلیم ،تحقیق اور اتقاء کی قدریں زوال زدہ حالت میں بھی اس حد تک پائی جاتی رہیں کہ اسلامی تہذیب کی شناخت، اور اس کی سربلندی کی وہ وکیل، ولی اور ترجمان رہیں۔ اندلس میں مسلمانوں کی علمی تگ وتاز انسانی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ ہے ۔ اس پورے دورانیے میں اسلامی مدارس۔عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے علمی پیاس کے لئے وجہِ تسکین رہ چکے ہیں یعنی بطور خاص اندلس عہد عروج میں ''مشرقی استاذ'' (provider) کے مقام پر فائز رہا اور مغرب ''طالب علم'' (receiver) بنا رہا۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مسلم عہدِعروج کے مدارس کا مقابلہ عہدِ زوال سے ہرگز نہیں کیا جانا چاہیے اور نہ مسلم دنیا کا مقابلہ ہندوستانی مدارس سے کیا جانا منطقی اور منصفانہ ہوگا۔لیکن قرآنی بصیرت کا منطقی تقاضہ ہے کہ نشانِ منزل کو زمان ومکان کی قید سے بلند ہوکر ہمیشہ اپنے سامنے رکھا جائے۔ تاکہ اجتہاد وبصیرت کے مفید امکانی ثمرات سے امت اسلامی کی خدمت کی جاتی رہے۔ ہماری اس بحث کے اصل مخاطب فارغینِ جامعۃ الفلاح، ذمہ دارانِ جامعہ اور زیرتعلیم طلبہ وطالبات ہیں۔بایں ہمہ یہ بحث ہندوستان کے دیگر مدارس کے لئے بھی قابل غور ہوسکتی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی(م۱۹۷۹) جو بیسویں صدی کی اسلامی دنیا میں سب سے ممتاز مفکر تھے، نے''علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح'' کے زیرعنوان ۲۲رستمبر ۱۹۶۳ میں ایک خطبہ، ادارہ معارف اسلامی ، کراچی کا افتتاح کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔ یہ خطبہ ایک مسلم ملک میں پیش کیا گیا تھا،لیکن دیگر علاقوں کے''مسلم اداروں'' میں اس کی معنویت آج بھی مسلم ہے۔

ہندوستان میں مسلم اقلیت اور مسلم زیرانصرام اداروں کا انتظام اور تحفظ الگ تفصیل کا

طالب ہے، تاہم ان اداروں میں ممکن العمل یہ ہے کہ مغربی محققین کی تحقیقات، ان کے مناہج وطریقہ کار اور ''ٹھنڈے اور بے معنی ریسرچ'' سے خود بھی واقف ہوا جائے اور اپنے طلبہ رطالبات کو بھی بہرہ مند کیا جائے۔ یہ بات ماضی سے زیادہ حال کے مشاہدہ میں ہے کہ مغربی محققین خود کو'جدید' کی حکمرانی کا مستحق قرار دیتے ہیں اور اسلام جو'قدیم' کی بھی حکمرانی کر چکا ہے، کو''جدید' کے لئے ناکارہ، اور اچھوت بنانے کی کوششیں عالمی زبانوں میں کررہے ہیں۔ان کے ''تھنک ٹینک'' کے منصوبے اور اہداف آج ہر خاص وعام کی دسترس میں ہیں۔ ہندوستان میں مغرب کا دلدادہ: ہندتوا آج انگریزی، ہندی اور دیگر علاقائی زبانوں میں مغربی طریقہ تحقیق اور مقصدِ تحقیق کی اشاعت میں شب وروز مصروف رہے۔ اس صورت حال میں تعلیم وتحقیق سے جڑے ہوئے مسائل کا ادراک اور ممکنہ تدراک کی فکر کرنا وراثین انبیاء کی دینی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں تین چیزیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں:''اول: مغربی فکر اور مغربی فلسفہ حیات کا جو طلسم بندھا ہوا ہے اس کو توڑ ڈالا جائے۔ دوم: یہ کہ سماجی علوم وفنون کو نئے اسلوب اور نئے طریقے پر مرتب کیا جائے تاکہ وہ اسلامی تہذیب کی بنیاد بن سکیں اور سوم: یہ کہ ایک جدید نصاب کی ترتیب وتشکیل کا کام مکمل کیا جائے۔'' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۶۳ میں انہی تین تعلیمی وتحقیقی مقاصد کا اظہار اپنے مذکورہ خطبہ میں کیا تھا اور عملی صورتوں اور مشکلات سے نبردآزما ہونے کے گر سکھائے تھے۔ نیز عالمی منڈی میں بعض فتوحات کا ذکر بھی کیا تھا محققین اور باحثین کو اس خطبہ کا ایک بار پھر مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ درس وتدریس اور تحقیق وتجزیہ کے میدان میں اجتہاد اور ابتکار کی نئی جوت جگائی جاسکے۔ آج کا تجزیہ نگار اپنی معلومات کی حد تک یہ بات کہے گا کہ سید والا گہر اور اخوانیوں کی مساعی جمیلہ کی نتیجہ میں الحمد اللہ عالم اسلام کے اندر مغربی وفلسفہ اور ان کے حاملین شکست وریخت سے دوچار کر دیئے گئے ہیں۔ IIIT لندن، پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد نیز بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی علمی فتوحات ہمارے لئے تسکین وتشویق کا باعث ہیں۔

تقسیم ملک سے قبل اور اس کے بعد جماعت اسلامی کی راست نگرانی میں تعلیم وتحقیق کے میدان میں جو تجربات کئے گئے جامعۃ الفلاح اس میں برابر کا شریک وسہیم ہے۔ جامعۃ

الفلاح جو ثانوی درسگاہ اسلامی رامپور کا معنوی نقش ثانی ہے، نے ۱۹۶۲ سے تدریس وتحقیق کے میدان میں جو خدمات انجام دی ہیں اور جن کا سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے، انہیں تقویٰ کے ذریعہ مزید صیقل کرنے کی ضرورت ہے۔آج ہماری مادرعلمی کی تدریسی ،تحقیقی اور تربیتی نظاموں کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ اس کے آنگن میں تقوی کی خوشبو (essence) اپنوں اور بیگانوں کو محسوس ہونے لگے!

جنوری کا ۲۰۱۹ء کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔راقم السطور کو اپنی کم مائگی کا یقین ہے۔اس نے یہ ذمہ داری مادرعلمی کے ساتھ محض دینی عقیدت کی وجہ سے لی ہے۔**من لم یشکر الناس لایشکر الله.** الحدیث۔اسے رب کریم کی توفیقات وتکریمات پر کامل اعتماد ہے۔وہ '**حیات نو**' کے شیدائیوں کے لطف وکرم کا سراپا منتظر ہے۔

(ڈاکٹر ضیاءالدین فلاحی)
شعبہ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو،علی گڑھ
(۱۵ر جمادی الاول ۱۴۴۰ھ/۲۲ر جنوری ۲۰۱۹ء)

اقدار پر مبنی نصابِ تعلیم کی ضرورت

مولانا انعام اللہ فلاحی
سکریٹری انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح
موبائل: 8130959045

اس وقت ہمارے سماج اور ملک کے لیے سب سے اہم مسئلہ امن وامان کا ہے۔ تشدد اور نفرت کی آگ نے انھیں شکست وریخت سے دوچار کردیا ہے۔ اس کے اسباب پر جب ہم سنجیدگی سے غور کرتے ہیں تو اس کی جڑیں موجودہ نظام تعلیم اور نصاب تعلیم تک پہنچتی ہیں۔ اس میں سماج کی صالح تعمیر اور اچھے اخلاق واقدار کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ موجودہ نظام تعلیم کی عمارت مادہ پرستانہ نقطہ نظر پر مبنی ہے۔ اس نقطہ نظر کے مطابق تعلیم کا مقصد فرد کا مادی ارتقاء اور مادیت کا حصول ہے۔ جس کے نتیجے میں عیش وعشرت کی زندگی گزاری جاسکے۔ اس مادہ پرستانہ نظریہ کے ساتھ نیشنل ازم اور لبرل ازم کی شمولیت کے بعد تعلیم کا مقصد ہر طرح کے قید وبند سے آزاد ہوکر ذاتی، مادی اور قومی فائدہ حاصل کرنا ہے۔ اخلاقی اور انسانی اقدار اس کے دائرہ سے خارج ہیں۔ اس کے نزدیک وہی اخلاق و اقدار قابل قبول ہیں جس سے مادی فائدہ ہو۔ مثال کے طور پر وقت کی پابندی، عہد کی پاس داری، کارکردگی میں معیار (کوالٹی) کا حصول وغیرہ۔ ان کے نزدیک قوم کا فائدہ ہزاروں ٹن بارود کسی آبادی پر گرادینے میں ہو تو اس میں ان کے لیے کوئی حرج نہیں ہے، ایسا کرنا جائز ہے۔ بس اسی طرح کی اخلاقیات اس نظام تعلیم کا حصہ ہیں۔

اس بنیاد پر جو نظام تعلیم اور نصاب تعلیم چل رہا ہے اسی کی وجہ سے ہی آج تشدد اور انتہا پسندی نے پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ انسان خود اپنی ذاتی زندگی میں بھی مایوسی اور قنوطیت کا شکار ہوکر اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ رہا ہے۔ نشہ آور چیزیں استعمال کرکے اپنی زندگی تباہ و برباد کررہا ہے۔ اجتماعیت کے آداب اور انسانیت کے حقوق کو پامال کررہا ہے۔ انسان انسان کا شکاری ہے۔ وہ سماجی آداب، پڑوسیوں کے حقوق، بلکہ خود اپنے اہلِ خاندان اور خونی رشتے داروں کے

حقوق سے بھی ناواقف ہے۔ اب تو صورت حال یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ہر شہر میں اولڈ ایج ہوم بنتے جارہے ہیں، جن میں والدین کو بھیج دیا جاتا ہے جنہوں نے بڑی تمناؤں سے اپنے لاڈلوں کو پالا تھا۔ وہ وہاں کس مپرسی کے عالم میں زندگی گزار رہے ہیں۔

سماج میں تعصب، نفرت وکدورت، بدگمانی، ظلم و زیادتی اور خون خرابا کا بازار گرم ہے، تحمل و برداشت، ایثار وقربانی، برابری مساوات، عفووکرم امانت، سچائی، وفاداری، دیانت ہم دردی وغم خواری جیسی اعلیٰ انسانی اقدار کا فقدان ہے۔ اب تو تعلیمی اداروں کے کیمپس بے حیائی اور فحاشی کے اڈے بنتے جارہے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر گولیاں چل جاتی ہیں۔ اسکول کا ماحول بھی پر امن نہیں رہا اور نہ اساتذہ کا احترام اور ان کی عزت باقی رہی۔ پہلے یہ بات سننے میں آتی تھی کہ مغربی ممالک میں طلبہ اپنے اساتذہ کے ساتھ تشدد کرتے ہیں اور اساتذہ بے بس ہوتے ہیں۔ اب ہمارے ملک میں بھی اس طرح کے تشدد کے واقعات پیش آنے لگے ہیں۔ چنئی کے ایک اسکولی طالب علم نے اپنی استانی پر گولی چلادی تھی۔ اس معلّمہ کا جرم صرف اتنا تھا کہ طالب علم ہوم ورک کر کے نہیں لایا تھا، چنانچہ سزا کے طور پر اسے کلاس میں کھڑا کر دیا تھا۔ یہ کوئی انوکھا حادثہ نہیں تھا بلکہ آئے دن اس طرح کی خبریں اخبار کی زینت بنتی رہتی ہیں۔

یہ ہے اس نظام تعلیم اور نصاب کے اثرات جن کو ہم اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں۔ اس نصاب اور نظام تعلیم پر اکبر الہ آبادی نے بہت پہلے کہا تھا۔

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کر بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ جب تک نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کا مقصد ایک صالح انسان بنانا نہیں ہوگا، جب تک تعلیم کو اخلاق اور اقدار سے مناسبت نہیں ہوگی، اس وقت تک نہ تو انسانی معاشرے کا تحفظ ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ انسانی اخلاق و کردار کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ایسا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم وجود میں لایا جائے جس کے زیر سایہ ابتدا سے ہی بچوں کی صالح خطوط پر نشو ونما ہو، ان کی بہترین تعلیم وتربیت ہو، جس سے ان کے اندر اعلیٰ اخلاق واقدار پروان چڑھیں۔ وہ اچھے انسان اور اچھے شہری بن سکیں، جن کو خود شناسی اور خدا شناسی کا ہنر آتا ہو۔ جن کے اندر انسانی معاشرے کے تحفظ کا شعور پیدا ہوسکے۔ وہ محبت، مروّت، رواداری، تحمل و برداشت، مساوات وہم دردی اور عدم تشدد کے خوگر بن سکیں۔

اردو تراجم قرآن پر ایک نظر (۴۷)

(مولانا محمد امانت اللہ اصلاحی کے افادات کی روشنی میں)

ڈاکٹر محی الدین غازی
ای میل:mohiuddin.ghazi@gmail.com
موبائل:9746445135

اس مضمون میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی کہ قرآن مجید کے ترجمہ کا اہم اور عظیم کام کرنے والوں کی تحسین میں کچھ رقم کیا جائے کہ اتنی عظیم خدمت مختلف شخصیات کے ذریعہ جس قدر ہمت واہتمام سے انجام دی گئی، وہ محتاج بیان وستائش نہیں ہے۔

پیش نظر تحریر میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن مجید کے ترجمہ کا کام بہت ضروری مگر نازک عمل ہے، اس میں غلطی کے امکانات کو کم سے کم کرتے رہنے کی مسلسل کوشش ضروری ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے، تاہم اس کلام کا ترجمہ ایک انسانی کوشش ہوتی ہے، جس میں غلطیوں کا امکان ہمیشہ باقی رہتا ہے، اسی لئے جو ترجمہ جتنا زیادہ مشہور ومتداول ہے اس کا بار بار گہرائی اور باریک بینی سے جائزہ لیتے رہنا بھی اسی قدر زیادہ ضروری ہے۔ اس جائزہ میں نہ کسی طرح کا احترام مانع ہونا چاہئے اور نہ کوئی نسبت حائل ہونی چاہئے، راقم کی رائے میں ہونا تو یہ چاہئے کہ ترجمہ قرآن کا کام اجتماعی طور پر اکیڈمی کی سطح پر اور متعدد بار متعدد ماہرین لغت کی نظر سے گذرنے کے بعد قابل اشاعت سمجھا جائے، اور اشاعت کے بعد بھی نظر ثانی کا کام جاری رہے۔ لیکن بوجوہ تراجم قرآن کے ساتھ ایسا اہتمام نہیں ہوسکا۔ عام طور سے ہر ترجمہ قرآن ایک انفرادی کوشش رہی ہے، اوراس لیے غلطیوں کا امکان کسی نہ کسی حد تک ہر ترجمہ میں پایا جاتا ہے۔

(۱۵۲)اهتدی کا ترجمہ

اهتدی کا لفظ مختلف صیغوں کے ساتھ قرآن مجید میں بار بار آیا ہے، ماہرین لغت کی تشریح کے مطابق اس لفظ میں ہدایت کو طلب کرنا، ہدایت کو اختیار کرنا، اور ہدایت پر قائم رہنا شامل ہے۔ اس لفظ کے مفہوم میں ارادے اور اقدام کا ہونا موجود ہے۔ لفظ اهتدی کی اس روح اور اس کی اس معنوی خصوصیت کا سامنے رہنا بہت اہم اور ضروری ہے۔ یہ لفظ یاد دلاتا ہے کہ اس امتحان گاہ میں ہدایت ازخود حاصل ہوجانے کے بجائے اختیار کی جانے والی چیز ہے۔

ہدایت اختیار کرنے کا یہ مفہوم ان مقامات پر اور زیادہ واضح ہوجاتا ہے، جہاں ایسا کرنے پر ایسا کرنے کے نتائج مرتب ہونے کی بات کہی گئی ہے، یا اس عمل پر اللہ کی طرف سے کسی انعام کا وعدہ کیا گیا ہے، جیسے مزید ہدایت دینے کا وعدہ۔ غرض یہ کہ اهتداء دراصل ہدایت پانا نہیں بلکہ ہدایت اختیار کرنا ہے۔

قرآنی الفاظ کے ماہر امام راغب اصفہانی نے اس لفظ کی اس خصوصیت پر متعدد قرآنی مثالوں کے ساتھ تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> الاِهتـدَاءُ يختصّ بما يتحرّاه الإنسان على طريق الاختيار، إمّا في الأمـور الـدّنيـوية، أو الأخروية. قال تعالى: وهُوَ الَّذِي جَعَلَ لكُمُ الـنُّـجُـومَ لِتَهتَـدُوا بهـا) (الأنعام/۹۷) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المفردات فی غریب القرآن۔

قرآن مجید کے مختلف تراجم کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ مترجمین نے کہیں تو اس لفظ کا اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ اس کی یہ روح نمایاں ہوکر سامنے آجاتی ہے، لیکن کہیں کہیں ان سے اس پہلو کی رعایت نہیں ہوسکی ہے، اور انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے ایسی تعبیر اختیار کی ہے، جس سے ہدایت اپنے ارادے طلب اور کوشش سے اختیار کرنے والی چیز کے بجائے از خود حاصل ہونے والی چیز محسوس ہوتی ہے۔ ذیل میں بطور مثال کچھ آیتوں کے ترجمے پیش ہیں:

> (۱) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا. (یونس:۱۰۸)

''اے محمدؐ، کہہ دو کہ''لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے اب جو سیدھی

راہ اختیار کرے اس کی راست روی اسی کے لیے مفید ہے، اور جو گمراہ رہے اس کی گمراہی اسی کے لیے تباہ کن ہے'' (سید مودودی)

''تم فرماؤ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا۔(احمد رضا خان)

کہہ دو کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے۔ اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے'' (فتح محمد جالندھری)

''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے، اس لیے جو شخص راہِ راست پر آ جائے سو وہ اپنے واسطے راہِ راست پر آئے گا اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا'' (محمد جوناگڑھی)

(۲) مَّنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا. (الاسراء:۱۵)

''جو کوئی راہ راست اختیار کرے اس کی راست روی اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اُسی پر ہے'' (سید مودودی)

''جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا'' (احمد رضا خان)

''جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لیے اختیار کرتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوتا ہے گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا'' (فتح محمد جالندھری)

''جو راہِ راست حاصل کر لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لیے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے'' (محمد جوناگڑھی)

(۳) وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدَى. (طٰہٰ:۸۲)

البتہ جو توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے، اُس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔(سید مودودی)

اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔(احمد رضا خان)

اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے پھر سیدھے رستے چلے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔(فتح محمد جالندھری)

ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہِ راست پر بھی رہیں۔(محمد جونا گڑھی)

(۴) وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ. (النمل:۹۲)

''اور یہ قرآن پڑھ کر سناؤں، اب جو ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے ہی بھلے کے لیے ہدایت اختیار کرے گا''(سید مودودی)

''اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں تو جس نے راہ پائی اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی''(احمد رضا خان)(راہ پائی،موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں۔تو جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے اختیار کرتا ہے''(فتح محمد جاندھری)

''اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں، جو راہِ راست پر آجائے وہ اپنے نفع کے لیے راہِ راست پر آئے گا''(محمد جونا گڑھی)

(۵) إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ. (الزمر:۴۱)

''ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کردی ہے اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا''(سید مودودی)

''بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کو حق کے ساتھ اتاری تو جس نے راہ پائی تو اپنے بھلے کو''(احمد رضا خان)(راہ پائی،موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''ہم نے تم پر کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لیے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے۔تو جو شخص ہدایت پاتا ہے تو اپنے (بھلے کے) لیے'' (فتح محمد جالندھری) (ہدایت پاتا ہے،موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''آپ پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لیے نازل فرمائی ہے، پس جو شخص راہِ راست پر آجائے اس کے اپنے لیے نفع ہے''(محمد جونا گڑھی)

(۶) إِنَّ رَبَّکَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَی. (النجم: ۳۰)

''یہ بات تیرا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے'' (سید مودودی)

''ان کے علم کی انتہا یہی ہے۔ تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا'' (فتح محمد جالندھری، رستے پر چلا نہیں بلکہ صحیح راستے پر چلا کہنا درست ہوگا)

''یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بیشک تمہارا خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی'' (احمد رضا خان) (راہ پائی، موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔ آپ کا رب اس سے خوب واقف ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہے'' (محمد جوناگڑھی، راہ یافتہ موزوں ترجمہ نہیں ہے)

(۷) وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى. (مریم: ۷۶)

''اس کے برعکس جو لوگ راہِ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو راست روی میں ترقی عطا فرماتا ہے'' (سید مودودی)

''اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ انھیں اور ہدایت بڑھائے گا'' (احمد رضا خان) (ہدایت پائی موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور جو لوگ ہدایت یاب ہیں خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے'' (فتح محمد جالندھری) (ہدایت یاب بھی موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور ہدایت یافتہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت میں بڑھاتا ہے'' (محمد جوناگڑھی) (ہدایت یافتہ بھی موزوں ترجمہ نہیں ہے)

(۸) وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى. (محمد: ۱۷)

''رہے وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ اُن کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے'' (سید مودودی) (ہدایت پائی، موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی'' (احمد رضا خان) (راہ پائی، موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو وہ ہدایت مزید بخشتا'' (فتح محمد جالندھری) (ہدایت یافتہ موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے'' (محمد جوناگڑھی) (ہدایت یافتہ موزوں ترجمہ نہیں ہے)

بات بہت واضح ہے کہ یہاں اللہ کی طرف سے اور زیادہ ہدایت دینے کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو اقدام کر کے ہدایت کو اختیار کریں، نہ کہ جو ہدایت پائیں۔

(۹) وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَن يَهْتَدُوا إِذاً أَبَداً. (الکہف:۵۷)

''تم انہیں ہدایت کی طرف کتنا ہی بلاؤ، وہ اس حالت میں کبھی ہدایت نہ پائیں گے'' (سید مودودی) (ہدایت نہ پائیں گے، موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے'' (احمد رضا خان) (راہ نہ پائیں گے، موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور اگر تم ان کو رستے کی طرف بلاؤ تو کبھی رستے پر نہ آئیں گے'' (فتح محمد جالندھری، یہ ترجمہ مناسب ہے)

(۱۰) وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ. (القصص:۶۴)

''اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے کاش یہ ہدایت اختیار کرنے والے ہوتے'' (سید مودودی)

''اور دیکھیں گے عذاب، کیا اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے'' (احمد رضا خان) (راہ پاتے، موزوں ترجمہ نہیں ہے)

''اور سب عذاب دیکھ لیں گے، کاش یہ لوگ ہدایت پا لیتے۔ (محمد جوناگڑھی) (پا لیتے موزوں ترجمہ نہیں ہے)

(۱۱) وَقَالُوا يَا أَيُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ. (الزخرف:۴۹)

''ہر عذاب کے موقع پر وہ کہتے، اے ساحر، اپنے رب کی طرف سے جو منصب تجھے حاصل

ہے اُس کی بنا پر ہمارے لیے اُس سے دعا کر، ہم ضرور راہ راست پر آ جائیں گے'' (سید مودودی،'' وہ کہتے کے'' بجائے ''انہوں نے کہا''، اور یہ ہر عذاب کی بات نہیں بلکہ آخری عذاب کی بات ہے)

''اور بولے کہ اے جادوگر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر کہ اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے بیشک ہم ہدایت پر آئیں گے'' (احمد رضا خان)

''اور کہنے لگے کہ اے جادوگر اس عہد کے مطابق جو تیرے پروردگار نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے دعا کر بیشک ہم ہدایت یاب ہو جائیں گے'' (فتح محمد جالندھری)

''اورانہوں نے کہا اے جادوگر! ہمارے لیے اپنے رب سے اس کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے، یقین مان کہ ہم راہ پر لگ جائیں گے'' (محمد جونا گڑھی)

مولانا امانت اللہ اصلاحی کا خیال ہے کہ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ کا ترجمہ مستقبل سے کرنے کے بجائے حال سے کرنا چاہئے، مطلب: ''ہم نے راہ راست کو اختیار کرلیا ہے''۔ کیوں کہ عذاب مسلط ہونے کے بعد موقع کا تقاضا ہے کہ راہ راست پر آنے کا اعلان کیا جائے، نہ کہ مستقبل میں راہ راست پر آنے کا وعدہ۔

(۱۲) قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ البَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاء اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ. (البقرۃ:۷۰)

''پھر بولے اپنے رب سے صاف صاف پوچھ کر بتاؤ کیسی گائے مطلوب ہے، ہمیں اس کی تعین میں اشتباہ ہو گیا ہے اللہ نے چاہا، تو ہم اس کا پتہ پالیں گے'' (سید مودودی)

لَمُهْتَدُونَ کے مزید ترجمے:

''ہم راہ پا جائیں گے'' (احمد رضا خان) (موزوں نہیں ہے)

''ہمیں ٹھیک بات معلوم ہو جائے گی'' (فتح محمد جالندھری) (موزوں نہیں ہے)

''ہم پتا لگا لیں گے''۔ (امین احسن اصلاحی)

مولانا امانت اللہ اصلاحی یہاں یہ ترجمہ تجویز کرتے ہیں:'

'ہم صحیح بات پر عمل کرلیں گے''

کیونکہ یہاں معلوم کرنے کا مسئلہ نہیں بلکہ حکم پر عمل کرنے کا مسئلہ ہے۔

افادات جلیل احسن ندویؒ (۱۴)

ظفر احمد الاثری، لندن
ای میل:asarizafar@hotmail.com
موبائل:+447886721795

سورہ مریم

نبی ﷺ جب اس سورہ کا نام لیتے تھے تو اس طرح فرماتے۔**ھذ السورۃ اسمھا کھیعص** ۔نیز ایک سورہ کے دو نام ہو سکتے ہیں۔اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورہ کے دوناموں کا ذکر کیا ہے۔

امام فراہیؒ کہتے ہیں ال **مقطعات اسماء للسور** اور یہ رائے ابن جریرؒ، صاحب کشافؒ، امام رازیؒ اور مولا مودودیؒ کی بھی ہے۔

اہل عرب اس طرح کے الفاظ سے مانوس تھے کیونکہ خطباء وشعراء اپنی تقاریر میں اس طرح کے الفاظ استعمال کر کے اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔مولانا جلیل احسن ندویؒ فرماتے ہیں کہ جن سورتوں میں یہ نام آتے ہیں ان کے نام صحیح ترین روایتوں میں اسی طرح ہیں۔اور اہل عرب تیروں اور نیزوں کے نام ان حروف کے ساتھ رکھتے تھے جیسا کہ معلوم ہے کہ ایک تلوار کا نام 'ق' تھا۔اور یہی قول ابن جریرؒ کا ہے۔مزید ان حضرات نے مثالیں پیش کی ہیں۔

امام فراہیؒ فرماتے ہیں:'اس سورہ میں اور سورہ طٰہ میں نماز کی تاکید اور اس پر جمنے کی تلقین ہے اور نماز اور قرآن کا پڑھنا اور اللہ کا ذکر کرنا ایک ہی بات ہے۔'

استاذ محترم کے نزدیک اس سورہ میں مومنین کی نصرت اور کافروں کی ناکامی اور ہلاکت کا ذکر ہے۔مولانا مودودیؒ کہتے ہیں کہ اس سورہ میں استقامت کی تلقین ہے۔

(آیت ۱)[**ذالک**]ذکر (ذالک مبتدا محذوف ہے۔**ذکر رحمتک زکریا** خبر

ہے۔ذکر وہ ہے جو ذہن میں محفوظ ہواور نسیان کا جب ازالہ ہوجاتا ہے تو اسی کا نام ذکر ہے۔)

ذکر رحمت ربک(خبر)

(آیت۴)[منّی] اس میں 'من' مبالغہ کے آیا ہے یعنی میرے جسم کی ہر ہر ہڈی کمزور ہوگئی ہے۔

(مشتعل) 'اشتعال' پھیل جانا، عام ہوجانا،عم وانتشر (**شیئاً**) تمییز ہے۔ **ای اشتعل الشیب فی شعر راسی۔**

(**الشقی**) تکلیف، ناکام، نامراد، ھلاکت ۔ضد سعادت

(لم اکن بدعائک رب شقیا)هذا من نوع جلب الرحمة.

(**کان**) بمعنی صار (**عاقراً**) وہ عورت جس کے اندر بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہو۔

(**الفا**) بمعنی لکن (**هب، یهب**) بغیر کسی استحقاق کے دینا۔

(ولی)الذی یلی الامر من بعده و قال ابن کثیر: و الامام رازی، کل مم یلیک.

یہ سورہ اس بات کی یاددہانی کراتی ہ کہ اس نے اپنے بندے زکریا پر رحم فرمایا اس لیے کہ وہ اس کا عبادت گزار بندہ تھا۔اگرتم لوگ بھی اس کے عبادت گزار بندے بنوگے تو وہ تم پر بھی رحم فرمائے گا،اے مومنو! وہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرے گا۔

هذه السوره تذکر ان ربک یرحم عبده زکریا لانه کان عبداً. فان کنتم تعبدون فکذالک یرحم الله علیکم ایها المومنون ولا یضیع عباده.

(**اذ**) برائے تفصیل،**فی اللسان القدیم بدل اشتمال، قال صاحب الکشاف اذ برائے تفصیل و هذا کثیر فی القرآن.**

(**نادی**) عاجزی کے معنی ومفہوم میں آتا ہے۔جس طرح ایک مملوک اپنے مالک کو پکارتا ہے۔یہ رائے مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کی ہے۔

(**محراب**) بالاخانہ (**وقت**) آخری شب

(یرثنی و یرث من آل یعقوب) المراد من الوراثة، الکتاب، التوراة

(**رضیا**) الراضی، اسمہ یحیی، ہمارا تجویز کردہ نام یحییٰ رکھنا۔

(آیت ۷) یا یہ وہی لڑکا جس کا نام یحییٰ ہے۔
(سمیا) ہم وصف، صفات حسنہ کا حامل، بچہ، ہم نام۔
(من قبل)ای من قبل هذا الولد فی بنی اسرائیل.
(آیت ۸) انیٰ سے کیفیت معلوم کرنا مقصود ہے کہ یہ نعمت عظمیٰ کیسے حاصل ہوگی۔
(عتیا) جاوز الحد ای قد بلغت من الکبر غایته.
(کذالک) الامر مبتدا کذالک خبر ہے۔ جملہ اس طرح ہوگا۔ الامر کذالک
(آیة) آیة علی اتیان هذا الولد۔
(ثلاث لیالٍ سویا) سویا کا ایک مفہوم تندرست، صحیح، سالم من کل عیب۔
(دوسرا) مسلسل کے معنی میں اور یہ روایت ابن عباس سے ہے۔
مولانا مودودیؒ کے نزدیک پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔
(سویا) حال واقع ہے اور اس کا ذوالحال فعل کی ضمیر ہے۔
یہ بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالی کے بندے ہوتے ہیں وہ خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے ہیں۔ آج جس طرح مشرکین مکہ مسلمانوں کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اللہ تعالی ان کی اس حالت زار پر ضرور ان کی مدد کرے گا۔ اور رحمت اور برکت سے نوازے گا، اس میں ہلکی سی بعث بعد الموت کی دلیل موجود ہے۔
(آیت ۱۶) [اذکر فی الکتاب مریم] یعنی مریم علیھا السلام کے ساتھ جو قصہ پیش آیا اس کو اس سورہ میں یاد کرو۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے رحم فرمایا۔
(عمران) ایک متقی انسان تھے، تورات کے مفتی تھے، علماء یہود میں سے ایک سچے عالم تھے۔
(مریم) عبرانی زبان میں مریم کے معنی عابدہ کے آتے ہیں۔ (سورہ آل عمران ۳۵، ۳۶، ۳۶)
مخاطب مومنین ہیں کہ مریم کو یاد کرو۔ (انتبذ) الگ ہو جانا۔ (فاتخذت) جب بالغ ہوگئیں تو پردہ میں آگئیں۔
(آیت ۱۷) [بشراً سویا] جس کے اندر کوئی خرابی نہ ہو۔
(آیت ۱۸) انھوں نے بشراً سویا کے مقابلہ میں کمزور پایا اس لیے عاجزی اور انکساری کی دعا ہے اور کہا کہ تم یہاں سے چلے جاو، یہ فقرہ خود ہی بتا تا ہے کہ وہ کتنی پاک باز تھیں۔
(آیت ۱۹) فرشتے نے (جبرئیلؑ) کہا کہ تم ڈرو نہیں، تمہارے رب کی طرف سے آیا ہوں، وہ

تمھیں ایک نیک لڑکا دے گا۔
(آیت۲۰) مریم کہتی ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ جب کہ ہماری شادی نہیں ہوئی ہے اور نہ میں زانیہ ہوں۔
(آیت۲۱) [کذالک الامر] گرچہ ایسا نہیں ہوا لیکن خدا کی قدرت سے ہوا۔ اللہ نے کہا یہ میرے لیے آسان ہے۔
(و لنجعله) کا عطف کے لحاظ سے، اس کی مختلف تاویلیں ہیں۔ اس سے پہلے ایک جملہ حذف ہے۔ مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں 'و' کا عطف **لاهب لک غلاما ذکیا** پر ہے۔
(آیت۲۱) [للناس] بنی اسرائیل، قدرت خداوندی کی نشانی بنے گی۔ ان کو قدرت کی نشانی بنائیں گے۔ اور ہدایت کا ذریعہ بنائیں گے۔
(امراً مقضیا) یہ بات مقدر ہے اور بنی اسرائیل کے لیے قدرت کا ذریعہ بنانا تھا۔
(آیت۲۲) [بہ] یہ حال ہے۔ [قصیاً] دور دراز علاقہ۔ مارے شرم کے دور دراز علاقہ میں چلی گئیں۔
(آیت۲۲) یہ نہیں معلوم کب وہ حاملہ ہوئیں، قرآن اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے، یہ ایک معجزہ تھا، جو بغیر مس بشر کے وہ حاملہ ہوگئیں جب وہ حاملہ ہوگئیں تو مارے شرم کے دور دراز علاقے میں چلی گئیں اور اللہ تعالی نے رسوائی سے بچالیا۔
(آیت۲۳) دردزہ کی وجہ سے وہ نخلہ کی وادی میں آگئیں، جب وہ قوم کے پاس نکلی ہیں وہ اس وقت سے پریشان تھیں۔ اس صورت حال میں وہ تمنا کرتی تھیں کہ وہ ایسی شئی بن جاتیں جو ذہنوں میں نہ رہتیں۔ اس وقت ولادت سخت قسم کا جہاد تھا۔ اس لیے ولادت کے موقع پر عورتوں کی سخت ضرورت پڑتی ہے چونکہ اس حالت میں عورتیں ہی حاملہ کے لیے آرام دینے کے لیے ہر طرح کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن مریم اس وقت صحراء و بیابان میں تھیں، نہ اس وقت کوئی سہارا دینے کے لیے تھا اور نہ کوئی شخص ان کے پاس موجود تھا جو اطمینان کا ذریعہ بنتا۔
(فاجاء المخاض) الزمه بالمجیء
(آیت۲۴) بچے نے کہا کہ آپ غمگین نہ ہوں، تیرے رب نے تو قریب میں 'سری' بنا دیا ہے۔ خدا کی بندی کو اس وقت پانی کی ضرورت تھی اس لیے اللہ نے اسی وقت ایک چھوٹا سا نہر جاری کردیا اس وقت کے تمام واقعات معجزہ سے بڑھکر نہیں اور ولادت کے ایام بھی معجزہ سے خالی نہیں ہیں۔ ولادت کے بعد عورت کو مقوی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور کھجور سے بڑھکر کوئی اور دوسری چیز مقوی نہیں ہوسکتی ہے۔ خدا کی طرف سے اس کا بھی انتظام ہوگیا۔ مفسرین کا اس میں یہاں اختلاف

ہے کہ بچے نے مریم سے گفتگو کی یا بچے نے، صحیح بات یہی ہے کہ بچے نے یہ باتیں کیں،اس لیے کہ یہ تمام مواقع معجزہ سے خالی نہیں۔

(آیت ۲۶) بچہ نے کہا آپ کھائیں اور مجھے دیکھ کر ٹھنڈک حاصل کریں،اگر آپ کسی کو دیکھیں تو کہہ دیں کہ میں آج کسی سے گفتگو نہیں کروں گی اور یہ خاموشی بچہ کا روزہ ہے۔اور توارات کے مطابق اس وقت خاموشی کا روزہ رکھا جاتا تھا جس وقت کسی کو کوئی نعمت کبری ملتی تھی۔مریمؑ کو بھی نعمت سے نوازا گیا تھا اس لیے ان سے بھی کہا گیا کہ آپ بھی خاموشی کا روزہ رکھیں۔دندناتے ہوئے قوم کے پاس آئیں۔

(قول) کا لفظ اشارہ کے لیے آتا ہے۔جب لوگوں نے یہ دیکھا تو یہ کہنے لگے یہ گھڑی ہوئی چیز کہاں سے لائی تو پاکدامنی میں بے نظیر تھی۔تیرا باپ عمران جو سب سے بڑے آدمی تھے وہ بھی کتنے نیک تھے۔

(آیت ۲۸) ھارونؑ ان کے حقیقی بھائی تھے۔تمہارا خاندان پاکیزہ تھا تم نے ایسا کیونکر کیا تو مریمؑ نے اس بچے کی طرف اشارہ کیا اور اس بچے سے پوچھو میں کیا ہوں زانیہ ہوں یا کچھ اور۔ان کی قوم نے جواب دیا ہم اس سے کیسے بات کر سکتے ہیں، وہ ابھی گود میں ہے۔(صبیا) ''کان'' کی خبر ہے۔

(آیت ۳۱) بچہ فوراً بول پڑتا ہے: انا عبد الله و آتانی الکتاب۔ یہ سب مستقبل کی باتیں ہو رہی ہیں، مستقبل کی بات کو ماضی میں استعمال کرنا یقین پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

یہود حضرات عبداللہ نہیں مانتے ہیں اور نہ رسول مانتے ہیں اور جہاں کہیں رہونگا میری حرکت سے برکت اترے گی۔جو مستقبل میں کرنے والے ہیں اس کی ادائیگی ہو رہی ہے۔

(اوصی بالصلوۃ والزکوۃ) یہ دین کی دو بنیادیں ہیں اگر ان پر عمل کریں تو پورے دین پر انسان عمل پیرا ہوسکتا ہے۔عیسی بن مریم ۳۰ سال کی عمر میں نبی بنائے گئے (انجیل)

(براً لوالدتی) اس نے ہمیں والدہ کے حقوق تمام با کمال پورا کرنے کو بتایا۔

(آیت ۳۲) مجھے جبار نہیں بنایا اور نہ ناکام ہوجاونگا، جو کوئی بھی عبودیت کی راہ اختیار کرے گا وہ اللہ سے قریب ہوگا۔

(شقیا) کوئی شخص دنیا میں اس وقت ناکام ہوتا ہے جب وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔اس لیے وہ اللہ کو اپنا رب بنائے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے والدین کی اطاعت کرے۔یہود ان پر لعنت بھیجتے تھے اس لیے یہ بات کہی جارہی ہے کہ سلامتی کی جتنی شکلیں ہوسکتی ہیں وہ سب میرے لیے ہیں۔ان کی زبان سے یہ بات کہی جارہی ہے اور یہود کے خرافات کا توڑ پیش کیا جارہا ہے۔،یہی وجہ ہے کہ انھوں

نے پھانسی دینے کی کوشش کی تھی۔لیکن وہ اس مہم میں ناکام ہوگئے۔

(یوم اموت) تعطل ہو،اس کا نام موت ہے۔اس سے مرگ ثابت کرسکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی موت ہوئی لیکن یہ ثابت نہیں۔(سورہ نساء ۱۵۷۔۱۵۸)

خلاصہ آیت یہی ہے کہ میں کسی سیکنڈ بھی قابل لعنت نہیں ہوا یعنی پوری زندگی میری رحمت ہی رحمت ہے۔

(آیت ۳۵) احاطہ اور شمول کے لیے آیا ہے۔

(ذالک)یاتی للاشارھة للموصوفین الی ما ذکر من قبل. و ربما استعمل لما علم سابقاً.

یہ عیسی بن مریم اتنی پاکیزہ ماں کے بطن سے پیدا ہوئے لیکن تم ان پر لعنت کی بارش کرتے ہو۔ او جو خرافات ان کے بارے میں گھڑ رکھا ہے وہ سب غلط ہیں۔نصاری نے یہ کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں، یہود ونصاری دونوں ہی غلط راہ پر ہیں۔اقول قول الحق

میں صحیح بات کرتا ہوں جس میں یہ لوگ شک وشبہ کرتے ہیں) شبہ (انکار کے معنی میں آتا ہے۔

(آیت ۵۳) یہود کے خرافات کی تردید ہو رہی ہے۔اس سے پہلے کی آیتوں میں نصاری کا تذکرہ ہے۔جنھوں نے عیسی بن مریم پر خرافات کے پہاڑ توڑے، کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے لیے شایان شان نہیں ہے وہ کسی کو بیٹا بنائے۔اس کی ذات اس سے پاک ہے۔

سبحان کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔امام فراہیؒ فرماتے ہیں:

(۱) ''**ما اعظمک**'' کے معنی میں آتا ہے، **کما سبحانک رب العزۃ عما یصفون و سبحان الله تعالی عما یشرکون**،اس کا ترجمہ ہم لوگ کرتے ہیں کہ ''پاک ہے تیری ذات''۔

(۲) کبھی دعا کے موقع پر آتا ہے۔جیسے اہل جنت کا کہنا ہے۔''**سبحانک اللھم**'' اے اللہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں۔جب اس مفھوم میں آتا ہے تو توبہ اور تشکر سے پہلے لایا جاتا ہے۔

(۳) کہیں امر کے معنی میں آتا ہے یعنی تسبیح کرو۔مطلب یہ کہ مفعول مطلق بنتا ہے۔جیسے **سبحان الله حین تمسون و حین تصبحون** (سورۂ روم:۱۷) اللہ کی تسبیح بیان کرو صبح وشام۔

(۴) کبھی تعجب کے ساتھ انکار کے معنی دیتا ہے۔''**سبحانک ھذا بھتان عظیم**''

(سورہ نور:۱۶) اس کا ترجمہ یوں کر سکتے ہیں بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔ ہمیشہ یہ لفظ مضاف ہوتا ہے اللہ کی طرف اور اعشی نے بلا اضافت استعمال کیا ہے۔

اس نے کہا: **اقول لما جائنی فخرہ.سبحان من علقمه الفاخر**

لیکن سبحان اللہ مراد ہے اور یہاں پر سبحان تعجب کے معنی میں آیا ہے۔انھوں نے خدا، ان کو اس لیے بنایا کہ ان کی پوری زندگی معجزہ پر ہے۔اللہ نے یہ سب کیا اس میں تعجب کی کیا چیز ہے۔ یہ تو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ صرف اتنا کہتا ہے''کن'' تو چیز فوراً عالم وجود میں آجاتی ہے۔اس لیے ابن مریم کا حال بھی یہی ہے۔اللہ نے ''کن'' کہا اور ان کا وجود ہوگیا۔جو خدا اتنی طاقت وقوت اور قدرت کا مالک ہواس کے لیے ایسی چیزیں پیدا کرنے میں کیا مشکل ہے لیکن تم ان کی زندگی کے بارے میں تعجب خیز چیزیں دیکھ کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔

(آیت ۳۶) عیسی بن مریم کی یہ آواز تھی ہمارا خدا ایک ہے۔انھوں نے خدا کے سوا کسی کو اپنا خدا نہیں بنایا۔تو تم کیسے ان کو خدا تسلیم کرتے ہو۔ان کی زندگی تو توحید پر ہے۔انھوں نے اس بات کی تعلیم نہیں دی کہ تم میری پوجا کرو تو تم سب کیسے ان کو خدا تسلیم کرتے ہو۔

(آیت ۳۷) پس منظر یہ ہے کہ یہود و نصاری متحدہ محاذ بنائے ہوئے ہیں توحید کے بارے میں لڑ رہے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو نہیں سن رہے ہیں، تو ان کو کہا جارہا ہے کہ رنج وغم کفر کرنے والوں کے لیے ہے۔اگر کفر اور ضلالت پر مصر ہیں اور توحید کی باتوں کو نہیں سن رہے ہیں تو ان کے لیے تو ان کے لیے رنج واندوہ کہا جارہا ہے۔ یہ وہاں ہوگا جہاں کہ اجتماع گاہ ہوگا یعنی آخرت کے دن، ایک ہولناک دن کی حاضری ہوگی اور اس دن بہت رنج واندوہ حاصل ہوگا۔

(من مشھد) فی مشھد، ظرف، مصدر میمی۔

(۱) فویل للذین کفروا آیاتنا من محشر یوم عظیم

(۲) فویل للذین کفروا فی محشر یوم عظیم

ان دونوں میں استاذ محترم من محشر یوم عظیم مراد لیتے ہیں۔

(آیت ۳۷) اجتماع گاہ میں انھیں ویل پہونچے گا۔جس دن حساب ہوگا اس دن یہ لوگ ناکام ہو جائیں گے تو ان کے لیے یہیں ویل ہوگا۔

(آیت ۳۸) یہ ظالم حضرات کتنے زیادہ سننے والے ہونگے، اور کتنے زیادہ دیکھنے والے ہونگے۔ (ظالمون) سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں اور کان بند کر لیا ہے۔

(آیت ۳۹) انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرائیں جس دن فیصلہ چکا دیا جائے گا۔آج یہ حضرات شدید غفلت میں مبتلا ہیں یعنی گمراہی کے راستہ پر ہیں اس لیے کہ وہ دن بہت گھاٹے کا دن ہے اس لیے انھیں ڈرائیں پھر دوسری زندگی نہیں ملے گی۔

(آیت ۴۰) ہم زمین کے وارث ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔اور اہل قریش بھی ہیں لیکن

جب کوئی ہماری حدوں سے گزر جائے گا۔تو ہم فوراً گرفت کرتے ہیں۔

زمین کے اصل وارث ہم ہی ہیں اس لیے جب بھی کوئی زمین پر سرکش ہوا تو اس کو ہم زمین سے بے دخل کر دیتے ہیں، اور ہمارا اختیار چلتا ہے۔یہ بتلانا ہے کہ ’’اے قریش تم بھی ہمارے قبضے میں ہو لہٰذا تم وہی راہ اختیار کرو جو عیسیٰ بن مریم نے اختیار کیا جس کے نتیجے میں انھیں رحمت سے نوازا گیا۔تم دیکھتے نہیں کہ ان کی مدد کتنے ناسازگار حالات میں کی گئی۔توحید کی بات چھیڑ کر یہ بتلانا ہے کہ اہل توحید ہی کامیاب ہوتے ہیں۔دنیا میں اور آخرت میں بھی۔

ابراہیمؑ کا ذکر آرہا ہے۔اس پہلو سے کہ یہود اور قریش اور نصاری کے جدامجد ہیں ان تینوں کے سامنے بات رکھی جارہی ہے کہ ان کو ہماری طرف سے کیا چیز ملی وہ بندہ موحد تھا، صراط مستقیم پر چلنے والا تھا۔ یہاں اور مقصد یہ بھی ہے کہ ابراہیمؑ جو تمہارے جدامجد ہیں انھوں نے اللہ کی راہ میں صراط مستقیم کو اختیار کرنے میں کیا کیا قربانیاں دیں۔سب سے عزیز ترین چیزیں اس راہ میں قربان کیں۔

(آیت ۴۱) یہ سورہ یاد دلا رہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اصل دین توحید تھا، یعنی یہود، نصاری اور قریش مخاطب ہیں:

(صدیق) **الذی یصدق کثیراً** ان کی زندگی میں جھوٹ نہیں ہے۔جسکی زندگی جھوٹ سے پاک ہو، اس کو صدیق کہتے ہیں۔اور غیر نبی بھی صدیق ہوسکتا ہے۔اس کے برخلاف بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے۔

اس سلسلہ میں ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کی طرف جھوٹ کی نسبت جو کی گئی ہے وہ غلط ہے۔امام رازیؒ یہی فرماتے ہیں۔انھوں نے کہا ہم حدیث کو نہیں مانتے ہیں وہ کہتے ہیں بجائے نبی کی طرف یہ نسبت کرنے کے رواۃ کی طرف کردی جائے۔اور یہی مناسب تاویل ہے کہ نبی کو جھوٹا نہ بنایا جائے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے رواۃ متقی تھے وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں اس حدیث کو رد نہیں کی جاسکتی ہے۔اور یہ خیال ہے کہ یہ تو شکلاً جھوٹ معلوم ہوتا ہے لیکن جھوٹ نہیں ہے۔جسے توریہ کہتے ہیں۔

تیسری رائے یہ ہے کہ راوی سے غلطی ہوئی ہے اور راوی نے حضورﷺ سے قاعدے سے اور مکمل بات نہیں سنی ہے اس بات کا عین امکان ہے کہ حضورﷺ ان خرافات کی تردید کر رہے ہوں جن میں یہود و نصاری گرفتار تھے۔لیکن راوی مجلس میں شروع سے نہیں تھا اور درمیان میں آیا اور یہ سن لیا ہو کہ ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے۔اور یہیں سے گڑبڑی شروع ہوگئی۔یہ ممکن ہے اور ایسا راوی سے ہوسکتا ہے۔اس طرح نہ بخاری پر ضرب پڑتی ہے اور نہ راوی پر۔اس طرح آپﷺ یہود و نصاری کے جھوٹ بیان کر رہے تھے۔اور ان کے خرافات کی تردید کر رہے تھے۔(یہی رائے استاذ محترمؒ کی ہے۔)

دوسرا جھوٹ: **بل فعل کبیرھم**

انی سقیم جھوٹ نہیں ہے۔

تیسرا جھوٹ یہ ہے انھوں نے اپنی بیوی کو بہن بنا لیا تا کہ انسانی عزت و آبرو کو محفوظ رکھیں۔(یہی رائے استاذ محترمؒ کی ہے)

(آیت۴۲) اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سب سے پہلے آپ نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے گھر سے شروع کیا۔ان کے والد سلطنت کلدانیہ میں پیدا ہوئے، یہ عراق میں تھا،اس سلطنت میں اس کی حیثیت ویسے ہی تھی جیسے اسلامی ملکوں میں شیخ الاسلام کی ہوتی ہے۔مشرکوں کے علمبردار یہی تھے، اور یہیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دعوت شروع کی، انھوں نے کہا اے ابا جان! ان کی پرستش کیوں کرتے ہیں،مطلب یہ ہے آپ جن معبودوں کو پوجتے ہیں وہ الوہیت کی صفت نہیں رکھتے ہیں،الوہیت کی صفت یہ ہے کہ وہ سنتا ہے اس کے پاس اتنی طاقت ہو اور تمام لوگوں کو نفع و نقصان پہنچا سکے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عالم کامل ہو، قدرت کاملہ ہو(**لا یغنی عنک شیئا**)۔

(آیت۴۳) میرے پاس وہ علم حقیقی ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، علم حقیقی کا میں عالم ہوں، زندگی کس طرح گزارنی چاہئے وہ علم میرے پاس ہے۔اس کو میں چاہتا ہوں کہ ایک سعادت مند بیٹا اپنے گمراہ باپ کو راہ حق پر لا کھڑا کرے۔آپ وہی راہ اختیار کریں جو میں اختیار کروں گا۔آپ اس میں عار نہ سمجھیں۔(**ھدی**) کے معنی راستہ پر چلنا، میں آپ کو سیدھی راستہ پر چلاونگا۔

(آیت۴۴) اے میرے باپ، آپ اس ہستی کی بات نہ مانیں، اتباع نہ کریں یا بندگی نہ کریں جو اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

(**الشیطان: الھالک**) دو ہی راہیں ہیں ایک راہ وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا، اور دوسری راہ یہ ہے جو شیطان نے اختیار کیا کہ جب اللہ تعالی نے اسے سجدہ کرنے کے لیے کہا تھا اس نے انکار کر دیا کہا اور کہ آپ نے انصاف نہیں کیا۔ہم تو آدم سے اشرف ہیں اور اس کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے کہتے ہیں۔(**عصیا**) وہ بہت نافرمان تھا آپ کو ھلاک کر دے گا۔آپ وہ راستہ اختیار کریں جو آپ کے بیٹے پر کھولا گیا۔

(آیت۴۵)[**انی اخاف علیک**] میں آپ کے بارے میں ڈرتا ہوں، رحمان کی طرف سے آنے والا عذاب چمٹ جائے گا۔اس طرح آپ شیطان کے ولی بن جائیں گے۔دینا اور آخرت میں دونوں جگہ آپ شیطان کے دوست بن جائیں گے۔یہ جو بات کہی گئی عام حالات کے لحاظ سے کہی جاسکتی ہے۔حالات بدلتے جارہے ہیں اور گفتگو کا طرز ویسا ہی بدلتا جارہا ہے۔آخر کار اس حد

تک پہنچ گئے کہ آپ کے والد نے انھیں اپنے وطن سے جلاوطن کر دیا۔ ابراہیمؑ سے برابر کشمکش چل رہی ہے اور یہ ایک دن کی تقریر ہے۔ ابراہیمؑ یہ سمجھ گئے یہ راہ راست پر آنے والے نہیں اور آزر بھی سمجھ گئے یہ بھی ہمارا دین اختیار نہیں کرسکتا۔

(آیت ۴۶) اے ابراہیم ہمارے الہ سے کب تک اعراض کرتے رہو گے، تم ہمیشہ معترض رہے ہو۔ جب ان کے باپ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اب بیٹا ہمارے دین پر نہ آسکے گا تو انھوں نے یہ الفاظ کہے **لارجمنک و اهجرنی ملیا** ۔(**لارجمنّک**)[ل]لام القسم ہے، اس سے پہلے قسم حذف ہے، **الام التی تدخل فی جواب القسم**۔ کسی چیز کی بھی قسم کھائی ہوگی۔

(۴۶) میں وہ سزا دونگا جو سوسائیٹی میں ملعونین کو سزا دی جاتی ہے۔ تو مجھ سے زندگی بھر کے لیے ترک تعلق کرلو۔ (**واهجر**) **ای اقطع للابد**

اب ابراہیمؑ کو گھر سے نکال دیا گیا اور اپنے آبائی گھر سے رخصت ہو رہے ہیں۔

(آیت ۴۷) **سلام علیک ای سلمک الله من الآفات، ساستغفرلک من ربی** ۔ دعاء کا یہ طریقہ ہے اس لیے ہر انسان کے اندر اپنے باپ سے محبت ہوتی ہے۔ اور یہاں جو حضرت ابراہیمؑ دعاء فرمارہے ہیں وہ یہی ہے کہ وہ اپنے باپ سے ایک گونہ محبت رکھتے ہیں یعنی یہ پدری محبت ہے۔

(**انه کان بی حفیا**) میرے حال کا وہ خبرگیر ہے۔ حفاوۃ کے معنی انتھائی خاطر کرنا، بہت زیادہ کسی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنا، بار بار حالات پوچھنا۔

(یا ابت لا ضرر لی ان کنت تهجرنی بل بی الله حفیا)

اس کے بعد معبودوں کو توڑتے ہیں اسی موقع پر قوم کو خطاب کرتے ہیں اس خطاب میں ان کے باپ بھی شریک ہیں۔

(آیت ۴۸) یہ ہجرت کر رہے ہیں میں اپنے رب کی بندگی کروں گا تم سے نہ تعلق اور نہ تمہارے معبودوں سے تعلق۔

اور یہ یقینی بات ہے کہ میں نے جس رب کو پکارا ہے اس سے نامراد نہیں ہوں گا۔ میں نے تمام چیزیں اسی پر چھوڑ دی ہیں، وہی ہمیں کامیاب کرے گا۔ اور ہماری مدد فرمائے گا۔

(آیت ۴۹) ان ہی کی زندگی میں دو بیٹے عطا کیے جنھوں نے انسانوں کی رہ نمائی کی۔ یہ یہودیوں سے بات ہورہی ہے، ان کے جدامجد کا نام لیا جارہا ہے۔ اور دونوں کو نبی بنایا۔

(آیت ۵۰) اب سبکو ہم نے اپنی رحمت بخشی کیونکہ یہ ہمارے رحمت کے مستحق ہیں اس لیے کہ انھون نے توحید کا راستہ اختیار کیا۔

(لسان صدق) شہرت، نیک نامی۔اونچے درجہ کی شہرت بخشی، دنیا میں سب جس کا پیار سے نام لیتے ہیں۔

(آیت۵۱)اس سورہ میں موسیٰ کو یاد کرو، یہ سورہ موسیٰ کو یاد دلاتی ہے وہ نکھارا ہوا بندہ تھا۔ ہمارے بھیجے ہوئے تھے اس کے پاس علم آیا تھا، حقیقت آشنا تھا۔

(آیت۵۲) اس نے طور کے بائیں جانب سے ہمیں پکارا اور ہم نے اس سے قریب ہو کر سرگوشی کی، ہمارا دوست تھا۔(نجیا) حال ہے۔

(آیت۵۳)اور اپنی رحمت سے ان کو ایک بھائی دیا۔نجیا جمع بھی آتا ہے۔

(صدیق) اپنے دعدے کو برابر نبھانے والا اور یہی معنی صادق الوعد کے ہیں ،قولاً و عملاً. صدیق کا لفظ اس لیے آیا کہ یہود نے ان پر تہمت لگائی تھی، انھوں نے ادریسؑ کے بارے میں یہ بات کہی کہ ادریس جبرئیل سے کہا کہ ہم کو آپ جنت دکھلا دیں، جب جبرئیلؑ ان کو لے گئے اور جنت کی سیر کرائی جب واپس ہونے لگے تو ادریسؑ نے کہنے لگے کہ میں تو اب یہیں رہوں گا اس طرح جتنے نبی تھے سبکو جھوٹا بنایا تھا تمام نبیوں کو قرآن نے صدیق کہا ہے۔ادریس علیہ السلام اسحاقؑ کی نسل سے ہیں یعنی اسرائیلی ہیں اور بعض کہتے ہیں یہ نوحؑ سے پہلے کے ہیں، آدم کی اولاد میں سے ہیں۔

(النبی) غیب کی خبر بتانے والا، وہ نبی بھی تھے، انسانیت کے سب سے بڑے مقام پر فائز تھے۔

(آیت۵۷) باطنیہ مفسرین یہ فرماتے ہیں جو یہود کے خرافات متاثر ہیں کہتے ہیں مکاناً علیا سے مراد جنت ہے۔(الثانی) اونچا مقام مرتبہ کے اعتبار سے۔

اولئک ای هم اللذین ذکروا من قبل مع صفاتهم (آیت۵۸)

ان تمام انبیاء نے نجات پائی، ان کا یہ حال تھا جب ان پر آیات رحمانی کی تلاوت کی جاتی تھی تو وہ سجدہ میں گر پڑتے تھے۔

(**انعم الله عليهم**) میں **علیهم** حال واقع ہے۔

(**خلف**) جانشین۔ پیچھے آنے والا چاہے لائق ہو یا نالائق۔

(آیت۵۹) پس ان صلحاء کے بعد ایسے لوگ آئے جنھوں نے نماز کو ترک کر دیا اور وہ مرغوبات دنیا کے پیچھے پڑ گئے۔صلحاء نے نماز کو امام بنایا لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے شہوات نفس کو اپنا امام بنا لیا۔

(آیت۶۰) الا اللہ' الا' منقطع ہے۔مکی سورتوں میں 'تاب' شرک سے توبہ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔(آمن) وحد کے معنی میں آتا ہے۔جن چیزوں ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔الایمان، ذہنی

حقیقت کا نام ہے عملی ایمان کا نام عملاً صالحاً ہے اور نظری ایمان کو آمن کہتے ہیں۔

تمام چیزوں کا مانا وہ لوگ تائب ہو گئے اور ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔(الجنۃ) جس کے چاروں طرف دیوار ہو اور دیوار اٹھی ہوئی ہو۔ اونچی جگہ پر ہو۔ دریا کے پاس ہو۔

(ظلم) حق مارنا، نقص، شیئاً من جزاء الاعمال۔ حق نہیں مارا جائے گا۔(الثانی) مفعول مطلق، ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔

(عدن) ہمیشہ ہمیش کی جنت میں ہونگے۔ اور اسی میں رہیں گے۔(جنات عدن) مخصوص طور پر استعمال ہوا ہے۔ بعض مفسرین یہی کہتے ہیں التی کی صفت بنے گی۔ یا الجنۃ کی صفت بنے گی۔

(آیت ۶۱) [بالغیب] عبادہ سے حال ہے۔

(آیت ۶۱) [ماتیا] مفعولاً

(کلاماً لاغیا) بے ہودہ کلام، سب لوگ ایک ہی فکر کے لوگ ہوں گے۔(فیھا) جنت میں رہتے ہوئے بے ہودہ بات نہیں سنیں گے۔ اور نہ کریں گے۔

(الا) منقطع و لکن یسمعون سلاماً، ہر طرف سے سلام کہیں گے۔ یہ جنت میں ملیں گے وہ کہیں گے ایک دوسرے کو سلمک اللہ

(آیت ۶۲) [سلاماً] ای کلمۃ دعا، ان کے پیخشش ہے، صبح وشام خدا کی نعمتوں سے۔

(آیت ۶۳) تلک مبتدا الجنۃ خبر۔

(آیت ۶۴) جبرئیل ؑ کہتے ہیں ہم وقفہ وقفہ سے آتے ہیں، آپ کے پاس وقفہ وقفہ سے اس لیے آتے ہیں کہ آپ کا رب ہم کو جب بھیجتا ہے اسی وقت آتے ہیں۔ حضور ﷺ اس لیے پریشان ہیں، نبی ہدایت کا پیاسا ہوتا ہے، حالات سخت ہیں، ظلم وستم کا دور ہے اسی کے کلمات آہستہ آہستہ اتر رہے ہیں۔ نبی سے پوچھا نہیں جا رہا ہے بلکہ اللہ اس کی صورت کو دیکھتا ہے اسی لیے جبرئیل ؑ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ کے حکم سے آتے ہیں۔

ہم بالکل اللہ کے بندے ہیں، اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم چاروں طرف سے اس کی بادشاہت میں گھرے ہوئے ہیں ہم اپنے طور پر آئیں یہ ممکن نہیں۔ ہم روز روز نہیں آسکتے وقفہ وقفہ سے آتے ہیں۔ تو تم یہ نہ اندیشہ کرو کہ ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔

(نسی) وہ چیز جو حقیر ہو اس کو بھول جاتا ہے۔ وہ کل اختیار والا ہے وہ اتنی لمبی چوڑی کائنات کا مالک ہے۔ کس کو کس چیز کی ضرورت ہے وہ سب جانتا ہے۔ وہ مخلوق ہے غافل نہیں ہے، تو آپ سے بھی غافل نہیں ہے۔ آپ اس کی بندگی کریں اور اس کی عبادت میں چمٹے رہیں۔ جو لوگ ستائے

جا رہے ہیں اس پر آپ جمے رہیں، خود عمل کریں اور دوسروں کو اس پر عمل کروائیں تمام لوگ کو تسلی دی جا رہی ہے۔

(آیت ۶۴۔۶۵) **ابطال شرک**، مومنین کو تسلی۔

(**لہ**) قاہر مطلق کی توضیح، پوری ملکیت کا تذکرہ۔

(**وما کان ربک نسیا**) جزاء کا مسئلہ نہ لائے اور اس کو بھلا دے، یہ نہیں ہوسکتا، جب وہ ربوبیت کرتا ہے تو قیامت کا دن لائے گا۔ اور اس دن کسی شفاعت وغیرہ نہیں ہوگی۔ وہاں کسی کی نہیں سنی جائے گی۔ بس اللہ کی توحید پر قائم رہو، وہ جن صفات کا مالک ہے اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ ملائکہ بھی کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

(آیت ۶۴۔۶۵) وہ اس چکر میں ہیں کہ ملائکہ بخشوائیں گے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، پہلے تمہید باندھی گئی پھر اس کے بعد کہا کہ "یہ کہتا ہے کہ ہم کیسے اٹھائے جائیں گے"۔

(**هل تعلم له سميا**) پوری آیت کا خلاصہ ہے۔

(آیت ۶۴۔۶۵) مومنین کی تسلی کے لیے یہ آیت آ رہی ہے (الثانی) دوسری بات یہ کہ ملائکہ بے بس ہیں۔ اور اللہ مومنین کو نہیں بھولنے والا نہیں ہے۔ ملائکہ کی بے بسی کا حال یہ ہے وہ خود کہتے ہیں ہم شفاعت نہیں کر سکتے ہیں۔

(آیت ۶۵) آپ اللہ کے وصف کو جانتے ہیں جب کوئی اور نہیں تو اس کی رضا میں لگے رہو۔ چاہے حالات کتنے ناسازگار ہوں۔ وہ ہمیں اپنی رحمت سے ہمکنار کرے گا۔

(آیت ۶۶) [**الانسان**]**الکافرون**

(۱) پورے جملے پر آیا ہے۔ (**سوف**) تحقیق کے لیے آیا ہے، مستقبل کے لیے۔ استہزاء کا پہلو ہے۔

(آیت ۶۶) میں ضرور زمین سے نکالا جاؤں گا، یعنی یہ غلط ہے۔

(آیت ۶۶) دوسری طرف یہ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی، اگر آ بھی گئی تو ہم وہاں بخشوا لیے جائیں گے۔

(آیت ۶۶) **ویقول** کا عطف (۶۵۔۶۶) کی آیتوں کے مفہوم پر ہے۔ نظیریں انعام (آیت ۶۹۔۹۹)

(آیت ۶۷) چونکہ یہ مذاق اڑا رہے ہیں اس لیے کہا جا رہا ہے کہ انسان یاد نہیں کرتا کہ وہ پہلی مرتبہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن دوسری مرتبہ ہم نے اس کو انسان بنایا تو ہم مرنے کے بعد کیونکر ہم نہیں اٹھائیں گے۔ وہ خلق اول کا انکار کر رہا ہے۔ بعث بعد الممات کا انکار تمام چیزوں کا انکار ہے۔ اگر

مذاق اڑاتا ہے تو اڑانے دو۔

(آیت ٦٨) ہم ان کو جمع کریں گے شیاطین کے ساتھ اٹھائیں گے۔(الاول) الشیاطین، جن کی یہ پوجا کررہے ہیں (الثانی)الشیاطین، انسانوں میں سے جوان کے لیڈر ہیں ان کو اٹھائیں گے۔ اور ان تمام حضرات کو جھنم کے آس پاس کھڑا کریں گے وہ دوزانو جہنم کے کنارے بیٹھے ہوں گے۔ بیزاری کی تصور بنے ہوں گے اور بے چارگی کا تصور ہوگا۔

(عتیاً)مصدر ہے، وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔

(آیت۷۱) ہ جانتے ہیں کہ وہ جھنم میں جانے کے حقدار ہیں۔

(آیت۷۱) آدم سے لیکر حضور ﷺ تک تمام مخاطب ہیں۔

(وارد) داخل ہونے والا۔[منکم] کا قرین (آیت۷۲)[ثم] ترتیب فعلی کے لیے آتا ہے۔ اور کبھی بے ترتیب کے لیے آتا ہے اس کی مثال سورہ اعراف[آیت۱۱] میں ہے۔

(آیت۷۲)الذین اتقوا کونجات دے کر جنت پہونچائیں گے۔

اور جھنم میں کافروں کو چھوڑ دیں گے اس حال میں کہ وہ دوزانو ہونگے۔ان کی بے کسی کی تصویر ہے۔

توحید حق ہے اور قیامت کا دن آئے گا اور وہاں کوئی شفیع نہیں ہوگا۔ یہ احمق کہہ رہے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ اور اگر آ گئی تو یہ شفعاء ہماری بخشش کرادیں گے۔

(آیت۷۳)بعث بعد الممات کی آیتیں سنائی جارہی ہیں۔اور جب مومنین ان آیتوں کو سناتے ہیں تو مشرکین مکہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو اموال اور انصار ہیں۔ ہمارا دین صحیح ہے یہ چیز یہی بتلاتی ہے اور یہی دین ابراہیمی ہے۔ہم اس کے محبوب ہیں۔

(احسن ندیا)اعوان وانصار۔

(آیت۷۴) دنیا میں اور بہت سی قومیں گزری ہیں اگر یہی محبوب کی دلیل ہوتی تو عاد وثمود کیوں ھلاک کر دیئے گئے۔ پھر وہ تم سے زیادہ مال و انصار والے تھے۔ اور اقتدار والے تھے۔لیکن پھر بھی ہلاک کر دیے گئے۔معلوم ہوا دولت و انصار اللہ کی محبوبیت کی دلیل نہیں ہیں۔اس لیے اصل چیز رسول پر ایمان اور اس کی اطاعت ہے۔

(رئیا) ظاہری شان وشوکت۔ان کے اقتدار کا پتہ چلتا ہے۔اقتدار کا تصور کو دلانے کے لیے ''رئیا'' کا استعمال ہوا ہے۔یعنی ان کے برابر نہیں ہو لیکن پھر بھی وہ ھلاک کر دیے گئے۔

(آیت۷۴) یہ محبوب لوگ ہیں۔

(آیت ۷۵) ترقی کی وجہ بتلا رہے ہیں۔

جو لوگ گمرہی میں مبتلا ہیں تو رحمان ان کو بہت ڈھیل دیتا ہے یعنی بہت چہل پہل ہوتی ہے اس وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے اور بت پرستی میں مبتلا ہیں یہاں تک کہ وہ ما یوعدون کو کو دیکھ لیتے ہیں یا عذاب دنیوی کو یا عذاب آخرت کو، اس وقت جان لیں گے کون بدترین ہے اورکون اعوان و انصار کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(الجند) اعوان و انصار اس وقت انھیں معلوم ہوگا کون بدتر ہے اور کون کمزور، کون اعوان و انصار کے اعتبار سے۔

(آیت ۷۶) جو لوگ راہ حق پالیں گے ان کی ہدایت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہ دنیا میں ہوتا ہے۔

(الباقیات) وہ اعمال جو باقی رہنے والے ہیں یعنی صالح اعمال انعام اور نتیجے کے اعتبار سے۔

(آیت ۷۶) یہی کام آئے گا اس دنیا میں اور آخرت میں۔ باقی مشرکین کی دولت مقبولیت کی دلیل نہیں۔

(آیت ۷۷) ہمارے خلاف بغاوت کی اس لیے کہ اس نے جو بات کہی حد سے بڑھی ہے اور وہ یہ کہ ہمیں آخرت میں بہت زیادہ مال ملے گا دنیا کے مقابلے میں۔ اگر ہم دوبارہ زندہ ہوئے۔

(آیت ۷۸) کیا انھوں نے غیب کو جھانکا ہے یا علم آخرت کی کھڑکی سے جھانکر دیکھا ہے۔ وہ چیز عالم غیب میں ہے تو کیا اس کو دیکھ لیا۔

(آیت ۷۸) کیا رحمان سے عہد لے لیا ہے یعنی اللہ نے کہ دیا ہے کہ ہم مشرکین کو خوب مال و اولاد دیں گے۔

(آیت:۷۹) [کلا] ایسا ہرگز نہیں، اس نے جو عقیدہ سوچ رکھا ہے ایسا نہیں ہوسکتا۔ (س) مستقبل کے لیے آتا ہے۔ مستقبل قریب کے معنی میں آتا ہے، معاد کا جو مذاق اڑایا جارہا ہے اس کو ہم لکھ رہے ہیں۔ نزدلہ زیادۃ عذا عذاب دیں گے۔

(من العذاب) عذاب کو بڑھائیں گے۔

(آیت ۸۰) جو وہ کہتا ہے کہ ہم اس کے وارث ہوں گے۔

(آیت ۸۰) وہ اعوان و انصار سے محروم ہوکر ہمارے پاس آئے گا۔

(مایقول) ای الفریقین، احسن اماماً، وہ جس اقتدار پر تلا ہوا ہے اس کے ہم وارث ہونگے۔

(مایقول) سے مراد مال و اولاد ہے۔ وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

(آیت ۸۱) [عز] سبب عزت (۸۳) [از] ابھارنا

(فرداً) وحیداً

(آیت ۸۱) اس کے پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس دن بخشوا لیے جائیں گے۔

(آیت ۸۲) ضد، مخالفت

(آیت ۸۳) شیاطین جن۔ لیڈر حضرات۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہم نے ان منکرین حق پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو خوب خوب مخالفت پر ابھار رہے ہیں۔

(آیت ۸۴) **لا تعجل فی امرهم**، تو اے مخاطب ان کے بارے میں جلدی نہ کرو، تمہارے اندر خواہش ہے کہ جلدی سے ہوجائے۔ تو یہ خواہش نہ کرو۔ ہم جو کچھ کرنے والے ہیں وہ ہو کر رہے گا۔ ان کے ریکارڈ تو ہم خود ہی تیار کر رہے ہیں ان کے دن گن رہے ہیں، ان کے کارناموں کو گن رہے ہیں۔

(آیت ۸۵) فرشتے کہہ رہے ہیں ہم ان کو معزز مہمان بنا کر رحمان کے پاس لے جائیں گے۔

(واردین) ای داخلین، داخل ہونے والے ہیں۔ مصدر بنا کر فاعلی معنی میں لیا جائے گا۔

(آیت ۸۷) شفاعت نہیں ہوسکتی۔ جن کے بارے میں تمہارا تصور ہے۔

البتہ 'الا' کے بعد آنے والا اسم لفظاً منصوب ہوتا ہے لیکن وہ مرفوع ہوتا ہے۔ اور خبر محذوف ہوتی ہے۔

(آیت ۸۷) **الا من اتخذهم الذین عند الرحمان عبداً**، جن کو اجازت ملے گی وہ انبیاء کرام ہوں گے اور وہ صرف دعاء کریں گے لیکن مشرکین جس معنی میں شفاعت کو لیتے ہیں وہ اسلام کے تصور سے باہر ہے اسلام کا تصور شفاعت یہ ہے کہ انبیاءؑ درخواست کریں گے۔ دعاء کریں گے اب خدا مانے یا نہ مانے۔ وہ داعی تھا اس لیے اس کا کہنا لازمی تھا وہ یہ کہیں گے۔ یہ حضرات ایمان لائے اس لیے ان کے وعدہ کے مطابق انہیں بدلہ دیں۔ اگر اعمال تمام ہی صالح ہونگے معاف کر دے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت اس لیے ہوگی وہ قوم کا نمائندہ ہے۔ اس لیے وہ نمائندگی کریں گے۔ اب ملائکہ انبیاءؑ کے ساتھ ہوں گے۔ وہ کہیں گے ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دے اور ان کے نیکیوں کے بدلے میں جنت میں داخل کر دیں۔

(آیت ۸۸) **و قالوا** کا عطف **لا یملکون** کے مفہوم پر ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمیں عیسیٰؑ بخشوالیں گے اور حضرت عزیرؑ بخشوالیں گے، یہود حضرت عزیر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور نصاری اپنا رشتہ عیسی بن مریم سے جوڑتے تھے ان کا یہ کہنا تھا کہ وہ بمنزلہ اولاد کے ہیں اس لیے بخشوالیں گے یہ اتخاذ ولد بخشوانے کے لیے آیا ہے۔

(آیت ۸۹) لقد ارتکبتم أمراً قضیا ، بڑا ہولناک گناہ ہے۔ یہ جو بات جوتم کہتے ہو بہت ہی سخت بات ہے اور بڑا ہے۔

(آیت ۹۰) اس کی ہولنا کی اور بڑائی اور شناعت کی وجہ سے بالائی کائنات گر پڑے اور کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ پوری کائنات اس لائق ہے کہ پہاڑ آسمان کو تباہ کر دیا جائے۔ (آیت۹۰) اس کی شدت بیان کرنا مقصود ہے۔

(آیت۹۱) اس جرم کی وجہ سے انھوں نے اللہ کو والد قرار دے دیا ہے۔

(ھداً) اس کا فاعل ان دعوا للرحمان ولداً ہے۔ لیکن استاذ محترمؒ اس طرح کہتے ہیں:

علی دعوا للرحمان ولداً. یعنی ھداً علی ان الدعوةللرحمان ولداً. او ھداً علی دعوة الرحمان ولداً [دعا] ای نسب، دعوتک الی ابیک ای نسبتک الی ابیک

(آیت۹۲) خدا کے لیے یہ روانہیں کہ وہ اپنا بیٹا کسی کو قرار دے۔

(آیت۹۳) دنیا میں جتنی چیزیں ہیں بس اللہ کے پاس بندہ بن کر آئیں گے۔

(عبداً) منقاداً، اصل حقیقت یہ ہے لیکن انھوں نے دوسرا رویہ اختیار کیا۔

(آیت۹۳) اوپر کے احکام کی تردید ہو رہی ہے۔ اصل حقیقت بتائی جا رہی ہے کہ جو بھی اس کائنات میں ہے سب کے سب اس کے غلام اور فرمانبردار ہیں۔

(آیت۹۴) ان لوگوں کو احاطہ کر رکھا ہے۔ تاکید کے لیے آیا ہے۔

(آیت ۹۵) اعوان وانصار کوئی نہیں ہوگا۔ وہاں کوئی نہیں ہوگا۔ وہاں تم ہو گے اور تمہارے اعمال ہوں گے۔ اوپر یہ مسئلہ بیان ہوا کہ جو اتخاذ ولد کے مرتکب ہوں گے وہ مجرم ہیں اور جہنم میں جائیں گے۔

دوسرے گروہ کے بارے میں بیان:

(آیت ۹۶) یہ آخرت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے پہلے محبت کرے گا اور محبت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ وہ جنت دے۔ جب یہ ہونے والا ہے تو آپ اپنی دعوت لوگوں تک پہنچا دیں اور دعوت کا آسان طریقہ ہم نے آپ کے لیے فراہم کر دیا ہے۔

(آیت ۹۷) آخرت کا مسئلہ ختم ہوا، آخرت میں وہی کامیاب ہوں گے جو موحد ہیں اور مشرکین غضب کے مستحق ہوں گے۔

یس[یسرہ] کسی کو کسی مقصد کے لیے تیار کرنا کسی کو کسی مقصد کو پورا کرنیکے لیے۔ یسرہ، اعدہ و سلحہ کما قال الشاعر:

و قمت الیه باللجام میسراً   هنالک یجزین بما کنت اصنع

(ادع الی الله) فانما یسرنا بلسانک فانما فانما [فانما یسرنا بلسانک] اس لیے کہ ہم قرآن کو تیار کر دیا، اس حال میں وہ آپ کی زبان میں ہے۔

آپ کے عربی اسالیب میں بھی یہ قرآن موجود ہے، اس لیے آپ اس قرآن کے ذریعہ متقین کو بشارت دیں۔

(آیت ۹۷)[لداً] مخالف اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرائیں جو مخالفت میں بہت زیادہ سخت ہیں، انھیں انذار کرنے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔

(قرن) قوم

جن کے اندر رسول آتا ہے اور کتنی ہی بار با اقتدار قومیں کو پاتا ہے۔

(احس) ابصر، ان کی ہلکی آواز کو سن سکتے ہو، کوئی آواز موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل نابود ہو گئے، ان کا اثر و نشان ملیا میٹ ہو گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے رسول کو جھٹلایا۔

(آیت ۹۷) اور بشارت کا طریقہ یہ ہوا کہ اہل حق کی کام یابی، دنیا میں آخرت میں اور اہل تکذیب کی ناکامی اور ملعونیت اور خسران اور اس میں اہل ایمان کو بات بتائی گئی کہ صبر سے کام لو اور نماز قائم کرو، تب ہی جا کر کام یاب ہو سکتے ہو۔

طلاقِ ثلاثہ

ایک علمی و تحقیقی بحث (قسط اول)

امت کے علماء وفقہاء کے غور وفکر کے لیے

ابتدائیہ:

بیک مجلس تین طلاق کا موضوع، ایک قدیم و جدید موضوع ہے۔ ہمارے ملک میں یہ موضوع ایک خاص پس منظر میں ابھارا گیا ہے۔ امت کے اندر اس مسئلے پر مختلف مکاتبِ فقہ کی مختلف رائے ہے۔ اسی لیے پرسنل لا میں مداخلت کے خلاف جو متحدہ لڑائی لڑی جانی چاہیے، اس میں بھی ہماری اندرونی کمزوری عیاں ہوجاتی ہے، جیسا کہ پارلیمنٹ کے اس سرمائی سشن میں ظاہر ہوا۔ بہ ہر حال، اس مضمون میں، موضوع پر گفتگو، کسی بھی پس منظر یا اختلافِ رائے سے ہٹ کر محض علمی و تحقیقی زاویہ سے ہوگی۔

تحقیقی زاویۂ نظر کا مطلب یہ ہے کہ بات دلیل سے ہو اور علمی وفنی معیار پر ہو، محض ائمۂ فقہ کے نام سے نہ ہو، اور نہ کسی مکتبِ فقہ میں قید ہو کر، جانب داری کے ساتھ ہو۔ یاد رہے کہ علمِ اصول میں تقلید کا طریقہ، اجتہادی مسائل میں، اتباعِ شریعت کے لیے ایک عملی ضرورت تک محدود ہے۔ اس بات پر امت کا اتفاق ہے۔ کسی فقہی مسئلے پر علمی بحث اور گفتگو، تقلیدی طریقے سے نہ جائز ہے، اور نہ ممکن ہے۔ کیوں کہ علم اور تقلید، اپنی طبیعت میں، دو الگ اور باہم متقابل چیزیں ہیں۔ مضمون کے علمی ہونے کا مطلب یہی ہے کہ یہاں بحث اور تحقیق ہوگی اور سارا اعتماد شرعی دلیلوں پر ہوگا۔ اور بلاشبہہ یہ سب کچھ ائمۂ متقدمین ومتأخرین سے استفادہ کے ساتھ ہوگا۔

موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ بیشتر علماء، خصوصا جو فقہی رہنمائی اور افتاء اور قضاء کی ذمہ

داریوں پر فائز ہیں، وہ اس مسئلے پر دلیلوں کی روشنی میں، اپنی رائے نہیں بناتے، بلکہ انہوں نے، اب تک اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ معمول اور عادت کے مطابق، مسلکی رایوں کو نقل کرتے جاتے ہیں۔ علم کی فطرت کا، ذمہ دارانہ منصب کا اور وقت کا تقاضا ہے کہ مسئلے پر علمی و تحقیقی نظر ڈالیں اور پھر رائے قائم کریں۔ یقین رکھیں، ایسا کرنا، ائمۂ فقہ و شریعت کی توہین، یا ان کی شان میں گستاخی نہیں ہے، اور نہ کسی شرعی یا علمی اصول کی خلاف ورزی ہے۔ یہ مقالہ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہے۔

تذکیر:

یہاں چند باتیں بہ طورِ تذکیر عرض کرنا مناسب ہے۔ ایک یہ کہ ہم، اور آپ بھی، اس تحقیق کے سفر میں، بالآخر اس نتیجے تک پہنچیں گے کہ مسئلہ قرآن سے گزر کر احادیث و آثار تک پہنچا ہے۔ متاخرین کو تو چھوڑیں، اکثر فقہائے متقدمین، اپنے اصولی طریقۂ استدلال پر جمے رہنے کے بجائے، احادیث و اخبار کے دباؤ میں آ گئے ہیں۔ قرآن اور بعض روایات و آثار کے درمیان جمع و تطبیق کرنے میں علمی طور پر ناکام ہوئے ہیں، اور جگہ جگہ، اشاروں ہی میں سہی، اس کا اعتراف اور اظہار بھی موجود ہے۔ یہ بات سب نے تسلیم کی ہے کہ اگر چند متعلقہ روایات نہ ہوتیں، تو یہ مسئلہ اصل نصِّ قرآنی پر قائم رہتا۔

دوسرے یہ کہ اس مضمون کے اصل مخاطب اور متوقع قاری، علماء اور فقہاء ہیں۔ اسی لیے مضمون کی زبان اور بیان بیشتر فقہی اور فنی ہے۔ نیز قاری اگر 'اپنے مسلک اور دوسرے کے مسلک' کی نفسیات میں مبتلا رہے گا تو وہ مضمون نہیں پڑھ سکے گا۔ تو ان سے گزارش ہے کہ آخر میں اپنی رائے کچھ بھی بنائیں، دورانِ مطالعہ کشادہ رہیں۔

تیسرے یہ کہ اکثر ہم غلو کرتے ہیں اور کسی انتہاء کو پسند کر لیتے ہیں۔ اس معاملے میں دو ہی کنارے مانتے ہیں: یا تو اجتہاد یا پھر تقلید۔ حال آں کہ ایک درمیانی موقف ہے یعنی نہ اجتہاد اور نہ تقلید، بلکہ علم اور تحقیق، جیسا کہ علمِ اصول پر بعض لکھنے والوں نے تقلیدِ محض کے مقابلے میں، تقلید کی ایک قسم، تقلیدِ تحقیقی بتائی ہے۔ مطلب یہ کہ ہم خود تو اجتہاد نہیں کر سکتے یا نہیں کر پائے مگر مجتہد کے اجتہاد و استنباط یا استدلال کو سمجھتے ہوں۔ عام علماء و فقہاء کے لیے یہی درمیانی موقف صحیح موقف ہے۔

چوتھے یہ کہ جن علماء و محققین نے مسئلے کو دلیل سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، ان کی اکثریت بلکہ تمام کے تمام اصلِ قرآنی ہی تک پہنچے ہیں۔ اور یقین ہے کہ آپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہ پائیں گے۔ جو لوگ شریعت میں علمِ فقہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے یا اس کے قائل نہیں ہیں، بلکہ ظاہرِ نصوص کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں، حتّٰی کہ قرآن اور حدیث کے نصوص میں فرقِ مراتب نہیں کرتے، جس کا انہیں حق ہے، ظاہر ہے وہ اس مضمون کے فطری مخاطب نہیں ہو سکتے۔

مضمون کا خلاصہ:

مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ تیسری طلاق کے بعد تحریمِ زوجہ کا حکم، آیتِ مرتان میں مذکور تیسری طلاق سے ماخوذ ہے، اور تحریم یا حرمتِ غلیظہ کا یہ حکم، مخصوص طریقۂ طلاق کا نتیجہ یا خاصّہ ہے۔ یہ ایک اہم قابلِ تذکیر نکتہ ہے۔ حکمِ تحریم کا ماخذ نہ کوئی دوسری آیت ہے، نہ کوئی حدیث یا احادیث ہے، نہ عرف و عادت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بیک مجلس تین طلاق کا طریقہ، قرآنی طریقۂ طلاق کے مشابہ یا مماثل ہے یا نہیں، کہ جس کی بنیاد پر تحریم کا قرآنی حکم لگایا جائے یا نہ لگایا جائے؟ اور اس کے لیے قیاس و اجتہاد کے وسیلے کا استعمال کیا جائے؟

اس سلسلہ میں آیتِ مرتان کا تفسیری و فقہی جائزہ لیا گیا ہے۔ قرآنی طریقۂ طلاق اور بیک مجلس تین طلاق کے طریقہ کے درمیان اصولی ربط کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ زیرِ بحث طریقہ، قرآنی طریقے سے مقصدی اور اصولی و استدلالی ربط نہ رکھنے کی وجہ سے قرآنی حکمِ تحریم کا متحمل نہیں ہے۔

متعارض روایات اور علم مختلف الحدیث:

اس مضمون کا وہ حصہ جو علمِ مختلف الحدیث، اور قرآن و حدیث کے اصولی رشتہ سے متعلق ہے، یہاں بعض وجوہ سے نہیں دیا جا رہا ہے۔ تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تیسری طلاق کے حکمِ تحریم کا ماخذ، حدیث نہیں ہے۔ احادیث و روایات میں مذکور طلاق کے واقعات، محض قرآنی طریقۂ طلاق کا مصداق طے کرنے میں مددگار ہو سکتی ہیں اور قرآنی طریقے میں اضافہ کرنے کی حیثیت میں نہیں ہیں۔ خود قرآن اس مسئلے میں، اپنی قطعیت، صراحت، وضاحت اور دلالت میں کسی 'بیان' کا محتاج نہیں ہے۔ علمِ اصول کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ کسی بھی مسئلے کی مشروعیت کی گفتگو،

قرآن سے شروع ہوگی، اوراسی روشنی میں دیگر ادلۂ شرع سے استفادہ کیا جائے گا۔

نکاح وطلاق اورعلم المقاصد:

اسی طرح مضمون کا وہ حصہ جو نکاح و طلاق کے فلسفہ وحکمت، یا علم المقاصد سے متعلق ہے، یہاں نہیں دیا جا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کی حیثیت، ایک دائمی طور پر مطلوب عقد اور میثاقِ غلیظ کی ہے۔ اس کی بقاء اور تحفظ، آخری حد تک مطلوب ہے۔ اور اس عقد کو فسخ کرنے اور طلاق دینے کی حیثیت، محض ایک ضرورت اور مجبوری کی ہے۔ یہ ضرورت بیوی کو طلاق دے کر، علیحدگی اختیار کر لینے سے پوری ہو جاتی ہے۔ اس دوران بھی رجوع اور نکاحِ جدید کے دو مواقع رکھ دیے گئے۔ اور اگر تیسری بار واپسی کا راستہ بند کیا گیا، تو وہ بھی اس لیے کہ یہ غلط نتائج مرتب نہ کرے۔

آیت کے اندر تین بار طلاقوں کے ایک دوسرے کے قریب قریب ذکر کیے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی زندگی میں بھی دو یا تین طلاقیں باہم قریب الوقوع ہوتی یا ہوسکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں، اول تو طلاق کی نوبت آنا، قلیل الوقوع ہے۔ دوسری طلاق کی نوبت آنا، اس سے بھی زیادہ بعید، اور تیسری طلاق کی نوبت آنا، اس سے بھی بعید ہے۔ لہٰذا طلاق کے باب میں یہ سمجھنا کہ ایک بار طلاق دینا کامل طلاق نہیں ہے، بلکہ پورے سلسلۂ طلاق کا محض ایک حصہ ہے، غلط ہے۔ انسان، اپنی خواہش کے تحت نہ پہلی طلاق کا ارادہ کرسکتا ہے، نہ دوسری کا، اور نہ تیسری کا۔ اسی طرح طلاق اپنے اثر اور قوت میں الگ الگ قسم کی نہیں ہوتی کہ آدمی حسبِ انتخاب، ایک یا دو یا تین طلاق دے اور مطلوبہ نتیجہ حاصل کرے۔ طلاق کی باری سے مراد، طلاق کی نوبت یا موقع ہے، جو انسان کی ازدواجی زندگی میں، ایک بار یا دو بار یا تین بار آسکتا ہے۔ اس موضوع پر قرآن نے ایک ہی آیت میں تمام باتیں کہہ دی ہیں۔

عالمِ دین کی ذمہ داری:

ہر عالمِ دین کی ذمہ داری ہے کہ شریعت کے مسئلے کو اصل مأخذ سے سمجھے اور اپنی رائے قائم کرے۔ عالمِ دین ہونا اور کہلانا یا کہلایا جانا، یہ کم سے کم ذمہ داری اس پر عائد کرتا ہے۔ اپنی ذمہ داری ائمۂ فقہ کے سر ڈال دینا، اور دلیل کے طور پر ان کے ناموں کو پیش کرنا، یہ عوام

کے لیے تو جائز ہوسکتا ہے، اہلِ علم کے لیے نہیں، فاتقوا اللہ۔

موضوعِ طلاق، قرآن مجید میں:

قرآن مجید میں طلاق کے موضوع پر جو آیات وارد ہوئی ہیں، ان سب پر موضوع کی ترتیب سے، اختصار کے ساتھ، ایک مجموعی نظر ڈالتے ہیں۔ایسا مطالعہ، کچھ آداب وشرائط کے ساتھ، تفسیرِ موضوعی کہلاتا ہے۔اس طرزِ تفسیر کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ تمام متعلقہ آیات میں مذکور، موضوع کے تمام اجزاء کو منطقی ترتیب دیتے ہیں۔یہ گویا یہ دیکھنے کی کوشش ہے کہ موضوعِ طلاق کا قرآنی ماحول کیا ہے اور اس باب میں قرآنی منطق کیا ہے۔آئندہ بیک مجلس طلاقِ ثلاثہ کی بحث کو سمجھنے کے لیے ان تفصیلات کی بار بار ضرورت پڑ سکتی ہے۔

طلاق دینے کا قرآنی طریقہ:

طلاق یا طریقۂ طلاق سے متعلق امور مندرجہ ذیل ہیں:ا۔عدت (زمانۂ عدت، نفقہ و سکنیٰ) ۲۔ امساک (طلاق سے رجوع) ۳۔تسریح (رخصتی و علیحدگی) ۴۔ فدیہ اور خلع ۵۔گواہ بنانا ۶۔تیسری طلاق کے احکام

ا۔عدت: اس سلسلے میں چھ احکام ہیں:

۱) عدت کا لحاظ: شوہر، عدت کا لحاظ کرتے ہوئے طلاق دے، اور عدت کا ٹھیک ٹھیک حساب رکھے۔ یہ میاں بیوی دونوں کے لیے ضروری ہے۔اسی شمار پر امساک وتسریح وغیرہ احکام کا انحصار ہے۔اس حکم کا ماٰخذ یہ آیت ہے: **یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء، فطلقوھن لعدتھن و احصوا العدۃ** (الطلاق:۱) اے نبی، جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کا لحاظ رکھو، اور اس عدت کا احصاء اور احاطہ کرو۔

۲) عرصۂ عدت: مطلقہ کی عدت کا عرصہ، اس کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگا:

الف: مطلقہ غیر مدخولہ پر کوئی عدت نہیں ہے۔یہ حکم اس آیت سے ماٰخوذ ہے: **یا ایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلا** (الاحزاب: ۴۹)

اے ایمان والو، جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دو، تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جسے وہ گذاریں۔ پس انہیں متاع دے کر بھلے طریقے سے رخصت کردو۔

ب: عام مطلقہ پر تین حیض کی عدت ہے۔حکم کا ماٴ خذ یہ آیت ہے: **والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء** (البقرۃ:۲۲۷) طلاق یافتہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک روکے رکھیں گی۔

ت: وہ مطلقہ جس کو حیض آنا بند ہوگیا ہو، یا حیض کی عمر کو پہنچنے کے باوجود حیض نہ آیا ہو، اس کی عدت تین مہینے ہیں۔آیت یہ ہے: **واللائی یئسن من المحیض ... فعدتهن ثلاثة اشهر** (الطلاق:۴)

ث: مطلقہ حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ **واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن** (الطلاق:۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کریں۔

۳) دورانِ عدت، عورت کے لیے نکاح کی ممانعت ہے:

والمطلقات یتربصن بانفسهن (البقرۃ:۲۲۸) مطلقہ اپنے آپ کو روکے رکھیں گی۔

۴) عورت کے لیے حمل چھپانے کی ممانعت ہے: **ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن** (البقرۃ:۲۲۷) اور ان مطلقہ عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جسے اللہ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ عدت کے احکام کی ایک اہم مصلحت استبراء رحم ہے۔ یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ عورت حمل سے نہیں ہے۔

جب عورتوں کو طلاق دو، پس وہ مقررہ مدت کو پہنچیں تو انہیں روک لو یا علیحدہ کردو۔

ثالثًا: **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** (البقرۃ : ۲۲۸) طلاق کی دو باریاں ہیں۔ پس امساک ہے یا تسریح۔

۵) مطلقہ کو گھر سے نکلنے اور نکالنے کی ممانعت ہے: **لا تخرجوهن من**

بیوتھن ولایخرجن (الطلاق:۱) انہیں ان کے گھر سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، الّا یہ کہ وہ کسی کھلی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہوں۔ فاحشہ سے مراد زنا یا اس کے متعلقات ہیں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں وہ فائدہ حاصل ہونے کی کوئی توقع نہیں جس کے لیے شوہر کے گھر میں رہنے کا یہ حکم دیا گیا ہے۔ نکلنے سے مراد وہ نکلنا نہیں ہے، جو روز مرّہ ضروریات کے لیے ہوتا ہے، بلکہ مستقل طور پر گھر چھوڑنا ہے۔

آیت کے آخر میں 'لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ' 'تم نہیں جانتے کہ شاید اللہ، اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے' کے الفاظ میں اشارہ ہے کہ گھروں میں رکھنے کی مصلحت حتی الامکان یہ کوشش ہے کہ تسریح و مفارقت کی نوبت نہ آئے، امساک ہوجائے اور ایک گھر ٹوٹنے سے بچ جائے۔

۶) حیثیت کے مطابق مطلقہ کا نفقہ و سکنیٰ:

دورانِ عدت شوہر پر، بیوی کا نفقہ و سکنیٰ ہے:اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ... وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتیٰ یضعن حملھن (الطلاق: ۶) ان کو رکھو، جس طرح اپنی حیثیت کے مطابق تم رہتے ہو ...اور اگر وہ مطلقہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرو، تا آں کہ وہ حمل سے فارغ ہوجائیں۔

۲۔امساک:اس سلسلے میں تین احکام ہیں:

۱) شوہر طلاق دینے کے بعد، عدت کے اندر امساک کرسکتا ہے۔ اسے طلاق سے رجوع کا حق ہے۔ مأخذ مندرجہ ذیل آیتیں ہیں:

اولًا: وبعولتھن احق بردھن فی ذلک (البقرۃ: ۲۲۷) اور ان کے شوہر، انہیں عدت کے دوران لوٹائے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔

ثانیًا: واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف ... (البقرۃ: ۲۳۱) جب عورتوں کو طلاق دو، پس وہ مقررہ مدت کو پہنچیں تو انھیں روک لو یا علیحدہ کردو۔

۲) امساک کا یہ حق دو مرتبہ ہر طلاق کے بعد، حاصل ہے: الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (البقرۃ: ۲۲۸) طلاق کی دو باریاں ہیں۔

پھر امساک ہے یا تسریح۔

۳) **امساک بمعروف** (دستور کے مطابق روک لینا) کے معنیٰ:

امساک کا حق شوہر کو صرف اس صورت میں حاصل ہے، جب وہ سازگاری سے نباہ کرنا چاہتا ہو۔اور بیوی کو نقصان پہنچانے کی نیت نہ رکھتا ہو۔اس سلسلے میں دو آیتیں ہیں:

اولًا: **و بعولتهن احق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا** (البقرۃ:۲۲۸) ان کے شوہر، ان کے لوٹائے جانے کے، زیادہ حق دار ہیں، اگر وہ سازگاری کے طالب ہوں۔

ثانیًا: **ولا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا** (البقرۃ:۲۳۱) اور انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہ روکو، کہ تم حدود سے تجاوز کرو۔

۳۔تسریح: رخصتی اور علیحدگی سے متعلق چار خاص احکام ہیں:

۱) عدت کے خاتمے کے ساتھ تسریح ہو جائے گی۔**و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوهن ... او سرحوهن بمعروف** (البقرۃ: ۲۳۱) اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی مدت کے خاتمے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو انھیں روک لو یا چھوڑ دو۔

۲) تسریح کے بعد نکاحِ جدید کرنا جائز ہے۔دلیل یہ آیت ہے:

الطلاق مرتان، فامساک بمعروف او تسریح باحسان...فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره... (۲۲۹) اس آیت میں تیسری بار کی طلاق کے بعد تحریم زوجہ کا حکم وارد ہوا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ تیسری طلاق سے پہلے پہلے دو بار ہر تسریح کے بعد نکاح جدید کرنا جائز ہے۔ عرف و عادت میں پہلے سے یہ بات جائز تھی اور قرآن نے اس پر پابندی نہیں لگائی، اس کے معنیٰ ہیں کہ تسریح کے بعد نکاح کرنا جائز ہے۔

۳) تسریح کے بعد، شوہر کو نکاحِ جدید کا حق، امساک کی طرح صرف دو بار حاصل ہے

:

الطلاق مرتان، فامساک ... فان طلقها فلا تحل له من بعد... (۲۲۸)

آیت میں تیسری بار کی طلاق کے بعد،''فلا تحل لہ'' کے ذریعہ،حرمتِ غلیظہ کا حکم آیا اور آئندہ نکاح پر پابندی لگائی گئی۔ فلا تحل له من بعد کا مفہوم مخالف ہے:تحل له من قبل ،یعنی تیسری بار کی طلاق سے پہلے، ہر طلاق یعنی پہلی اور دوسری طلاق کے بعد نیا نکاح کرنے پر پابندی نہیں ہے۔

۴)تسریح باحسان کے معنیٰ:

الف: جو کچھ بیوی کو دیا ہے،اسے واپس لینے کی ممانعت ہے: **ولا یحل لکم ان تأخذوا مما آتیتموهن شیًا الا ان یخافا الا یقیما حدود الله** ... (البقرۃ:۲۲۹) یہاں مراد زیورات، زمینیں، مکان اور تحائف وغیرہ ہیں۔مہر اور نفقہ مراد نہیں ہے، کیوں کہ مہر اور نفقہ عورت کا حق ہیں۔

ب: **ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما آتیتموهن ... وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احداهن قنطارا فلا تأخذوا منه شیئا، أتأخذونه بهتانا واثما مبینا** (نساء۱۹) البتہ اگر بیوی کسی کھلی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہو،تو مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا دیا ہوا مال اور تحائف وغیرہ اس سے واپس لے لے۔

ت: کچھ دے دلا کر عورت کو رخصت کرنا ہے:

تسریح کے موقع پر، مطلقہ عورتوں کو، اپنی حیثیت اور دستور کے مطابق کچھ دے دلا کر رخصت کرے۔ یہ متقین اور محسنین پر واجب ہے: **متاعا بالمعروف ،حقا علی المحسنین** (بقرۃ:۲۳٦)، **وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین** (البقرۃ:۲۴۱)

ث:طلاق کے بعد تسریح ہونے پر مہر کی ادائیگی:

ہر نکاح کے ساتھ عورت کے لیے مہر ہے۔ **وآتوا النساء صدقاتهن نِحلةفان طبن لکم عن شئیی منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا** (النساء:۴)۔ **وازواجک الاتی اتیت اجورهن** (احزاب:۵۰) عورت سے تعلق قائم کرنے یا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق ہو،تو مہر کے معاملے میں مرد پر کوئی پابندی نہیں ہے۔تقویٰ کے قریب یہی ہے کہ پوری مہر ادا کرے۔**لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن** (البقرۃ: ۲۳٦۔

۴۔ فدیہ اور خلع: عورت، فدیہ دے کر خلع اور علیحدگی حاصل کرسکتی ہے:

مرد صرف اس وجہ سے طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو کہ اس نے بہت زیادہ مال عورت کے حوالہ کر دیا ہے، اور طلاق کی صورت میں اسے سارے مال سے دست بردار ہونا پڑے گا، تو عورت کچھ مال لوٹا کر اس سے آزادی حاصل کرے۔ **ولا یحل لکم ان تاخذ مما آتیتموھن شیئا...فلا جناح علیھما فیما افتدات بہ** (البقرہ:۲۲۹)

۵۔ گواہ بنانا: امساک اور تسریح کا فیصلہ کرتے وقت گواہ بنالینا ہے:

عدت کے اندر جب شوہر اپنی بیوی سے رجوع کرنے، یا عدت کے ختم ہونے پر اسے رخصت کر دینے کا فیصلہ کرے، تو اسے اس فیصلے پر دو ثقہ لوگوں کو گواہ بنالینا چاہیے۔ تاکہ اس فیصلے پر آئندہ وراثت یا اس طرح کی کسی اور نزاع کا امکان باقی نہ رہے۔

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف، واشھدوا ذوی عدل منکم (الطلاق:۲)

خطاب چوں کہ عام مسلمانوں سے ہے، عدالت یا ریاست سے نہیں ہے، اس لیے اس کی حیثیت قانون کی نہیں، بلکہ تلقین ونصیحت اور ارشاد کی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ اس پر عمل خیر و برکت کا باعث بنے گا۔ شیعہ مسلک میں یہ شرط ہے۔

۶۔ تیسری طلاق کے احکام: یہ چار خاص احکام حسبِ ذیل ہیں:

۱) تیسری طلاق کے بعد، بیوی شوہر پر، قطعی طور پر حرام ہوجاتی ہے۔ اب امساک ورجوع یا دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

۲) البتہ ایک خاص صورت یہ ہے کہ اگر عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور پھر کسی وجہ سے طلاق ہو جائے یا اس کا انتقال ہو جائے، تو سابق شوہر اور عورت دوبارہ باہم نکاح کر سکتے ہیں، اگر دونوں فریق یہ سمجھتے ہوں کہ اب وہ حسنِ سلوک کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ دوسرے زوج سے نکاح میں مباشرت یا وطی کی شرط نہیں ہے۔

۳) تیسری طلاق کے بعد عورت کے لیے مرد پر نفقہ ہے، سکنیٰ نہیں ہے:

تیسری طلاق کے بعد، چوں کہ رجوع نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ بنیاد ختم ہو جاتی ہے، جس کی بنا پر دورانِ عدت، مطلقہ عورت، شوہر کے گھر میں رہنے کی پابند تھی۔ لہٰذا تیسری طلاق کے بعد، سکنیٰ فراہم کرنا مرد کی ذمہ داری نہیں۔ البتہ عورت چوں کہ شوہر کے لیے عدت گزارنے کی پابند ہے، اس لیے شوہر اس کے نفقہ کا ذمہ دار ہے۔ وہ عدت اپنے اولیاء کے گھر میں گزارے گی۔

۴) مطلقہ ثلاثہ، حاملہ ہو تو مرد کو عورت کا رزق اور کِسوۃ (کپڑا) بھی دینا ہوگا۔ یہ ہر مطلقہ حاملہ کے لیے ہے۔ مطلقہ ثلاثہ بھی اس میں شامل ہے۔

> **والوالدات یرضعن اولادھن ... وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف ...** (البقرۃ:۲۳۳) مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں گی۔۔۔ اور مولود لہ یعنی باپ پر ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا ہوگا۔

بابِ طلاق کے قرآنی ضوابط:

آیاتِ قرآنی کے موضوعی مطالعہ سے جو ضوابط ماٴخوذ ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔عدت: اصل ضابطہ یہ ہے کہ ہر طلاق یا مشابہ طلاق (خلع اور تفریق) کے بعد اس کی عدت ہے جس کا بنیادی مقصد استبراءِ رحم اور حفظِ نسب ہے۔ اسی لیے مطلقہ غیر مدخولہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہے، کیوں کہ دخول و مساس نہ ہونے کی بنا پر استبراء کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن** میں وضعِ حمل کو عدت قرار دینا، استبراء کو علت بنانا ہے، جس کا مقصود حفظِ نسب ہے۔

۲۔عدت: ضابطہ یہ ہے کہ عدت، مطلقہ کے حسبِ حال ہوگی۔ غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں ہے۔ عام مطلقہ کی عدت، تین حیض (ثلاثۃ قروء) ہے۔ آئسہ اور غیر حائضہ کی عدت، تین مہینے (ثلاثۃ اشہر) ہے، اور حاملہ کے لیے وضعِ حمل ہے۔

۳۔عدت: اصل یہ ہے کہ ہر طلاق کی اپنی مستقل عدت ہے۔ کسی طلاق کی جاری عدت میں یا تو امساک ہو سکتا ہے یا پھر انقضاء عدت پر خود بہ خود تسریح ہو جائے گی۔ کسی

عدت کے دوران امساک کے سوا کوئی دوسری بات مثلا طلاق ، قرآن کے مطابق نہیں ہوسکتی۔

۴۔امساک : اصل ضابطہ یہ ہے کہ ہر طلاق کے ساتھ، دو بار تک امساک کا اختیار موجود ہے۔ الا یہ کہ مطلقہ غیر ممسوسہ (غیر مدخولہ) یا مفتدیہ (مختلعہ) یا مفرقہ بالقضاء ہو۔ ایسی صورتوں (عدم دخول،خلع اور تفریق کے احوال) میں شوہر کو امساک کا حق نہیں ہے، یا تو تسریح ہوگی یا نکاحِ جدید ہوسکتا ہے۔ غیر مدخولہ ہونے کی صورت میں ، امساک کا اختیار ملنے سے طلاق کا مقصود اصلی یعنی مفارقہ ، بلا سبب متأثر ہوگا۔ مفتدیہ میں فدیہ، اور مفرقہ بالقضاء میں تفریق کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔ البتہ ان صورتوں میں نکاح جدید ہوسکتا ہے۔ تین بار کی طلاق یافتہ ہوتو نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

۵۔امساک : اصل یہ ہے کہ امساک کا وقت، عدت کے اندر اندر، اس کے خاتمہ تک ہے۔

۶۔عدت یا خیارِ امساک نہیں تو تسریح فوری: اصل یہ ہے کہ تسریح عدت کے خاتمہ پر ہوگی ، پہلے نہیں ۔ البتہ اگر شوہر کو امساک کا حق موجود نہ ہو، یا سرے سے عدت ہی نہ ہوتو تسریح فوری ہوگی ۔ عدت کے اختتام کا کوئی سوال نہیں ہوگا۔ چناں چہ غیر ممسوسہ ، مفتدیہ (مطلقہ بالمال)، مفرقہ بالقضاء اور مطلقہ ثلاثا کی فوری تسریح (رخصتی) ہوگی ۔ کیوں کہ ان صورتوں میں یا تو امساک کا حق نہیں ہے یا عدت نہیں ہے۔ البتہ مطلقہ معتدہ ، اپنی عدت اولیاء کے گھر میں تین حیض یا تین مہینے یا وضعِ حمل ،حسب احوال گزارے گی ۔

۷۔تسریح میں احسان اور متاع : اصل یہ ہے کہ ہر مطلقہ کی تسریح ، احسان اور معروف کے ساتھ ہوگی ۔ مطلقہ سے، دیا ہوا تحفہ، خواہ بقدر قنطار ہو، واپس نہیں لیا جائے گا۔

بوقتِ تسریح و مفارقہ ، مطلقہ کو متاع یعنی دِرع وخِمار ومِلحفہ دینا ہوگا۔

۸۔تسریح کے بعد نیا نکاح : اصل یہ ہے کہ ہر تسریح کے بعد، نئے نکاح کا موقع موجود ہے، الا یہ کہ یہ تسریح تیسری طلاق یا تیسری خلع یا تیسری تفریق کی ہو۔ ان صورتوں میں یعنی عام مطلقہ ثلاثہ بشمول حاملہ یا مطلقہ غیر مدخولہ ، یا مفتدیہ مختلعہ ، یا مفرقہ بالقضاء کے لیے حسب احوال تین بار تسریح کے بعد نیا نکاح حرام ہوگا۔

۹۔ عدت میں نفقہ: اصل یہ ہے کہ ہر عدت کے ساتھ، دورانِ عدت شوہر پر انفاق لازم ہے، یعنی مطلقہ رجعیہ یا مختلعہ یا مفرقہ یا مطلقہ غلیظہ، سب کے لیے نفقہ ہے۔ اور مطلقہ حاملہ کے لیے رزق کے ساتھ کسوۃ بھی ہے۔

۱۰۔ عدت میں سکنیٰ: مطلقہ رجعیہ کے لیے سکنیٰ بھی لازم ہے۔ مطلقہ رجعیہ اپنی عدت شوہر کے گھر میں گزارے گی، خواہ عام مطلقہ ہو یا آئسہ وغیر حائضہ یا حاملہ ہو۔

۱۱۔ عدت اولیاء کے گھر میں: مطلقہ ثلاثا، مفتدیہ اور مفرقہ اپنی عدت اولیاء کے گھر میں گزارے گی، خواہ وہ عام مطلقہ ہو یا آئسہ وغیر حائضہ ہو یا حاملہ ہو۔

۱۲۔ مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر: اصل یہ ہے کہ ہر نکاح کے ساتھ مَہر ہے۔ الا یہ کہ غیر مدخولہ ہو جس کا مہر متعین نہ کیا گیا ہو۔ ایسی مطلقہ کے لیے مہر نہیں ہے۔ اگر مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر متعین کیا جا چکا ہو تو نصف مہر ہوگا۔ بہتر ہے کہ مہر معاف ہی کر دیا جائے۔ مختلعہ کو بھی مہر دینا لازم ہوگا۔

۱۳۔ تمام ضوابط دوسری طلاق کے لیے بھی: مذکورہ تمام ضوابط جس طرح پہلی بار کی طلاق کے لیے ہیں، اسی طرح دوسری بار کی طلاق کے بعد بھی ہیں۔ تیسری بار کی طلاق کے احکام وضوابط، پہلی دو بار کی طلاقوں سے الگ ہیں۔

(بقیہ اگلی قسط میں)

مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی
استاذ فقہ، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، اسلامی اکیڈمی دہلی انڈیا
ای میل: sabahkhalil1959@gmail.com
موبائل: 9570256290

اصلاحِ معاشرہ میں حضرت ام سلیمؓ کا کردار

ساجدہ ابواللیث فلاحی
سابق صدر، کلیۃ البنات، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، یوپی
ای میل: sajida0461@gmail.com

آج کے پرفتن ماحول میں اصلاح معاشرہ کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ،بطور خاص ہندستان کی سرزمین میں جہاں امتِ مسلمہ کو اندرونی اور بیرونی دونوں محاذوں پر مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ایک طرف مسلمان خود اکثریتی فرقہ کی تہذیب وتمدن سے متاثر ہوکر اپنی شناخت کھوتے چلے جارہے ہیں اور احکامِ دین کو انہوں نے کچھ خاص مواقع اور عبادات تک محدود کردیا ہے، وہیں دوسری طرف اسلام دشمن عناصر احکام دین پر نہ صرف اعتراض کررہے ہیں بلکہ مختلف وسائل وذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ان کا قلع قمع کرنے پر آمادہ ہیں، جس کے لیے وہ نام نہاد مسلم خواتین سے غیر اسلامی افکار ونظریات سے فائدہ اٹھاکر شریعت اسلامی پر حملہ آور ہیں اور مسلم وغیر مسلم سب ہی کے ذہنوں کو اسلام سے متنفر کرنے میں سرگرم ہیں۔

انسانیت کی معمار عورت ہے اس لیے معاشرے میں بناؤ اور بگاڑ میں بھی اسے اساسی حیثیت حاصل ہے۔نیز افراد و معاشرے کو اعلیٰ قدروں، دینی واخلاقی اوصاف سے آراستہ کرنے کا کام ہمیشہ سے عورت ہی کے سپرد رہا ہے۔ دور ماضی کی ممتاز خواتین بالخصوص صحابیات نے اس سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔اگر ہم اس کا جائزہ لیں تو دور نبویؐ کی خواتین کی طرز معاشرت احکام دین کے عملی تقاضوں سے روشن نظر آتی ہے۔ان خواتین میں ایک عظیم المرتبت خاتون حضرت ام سلیمؓ بھی ہیں جن کی سیرت کا

مطالعہ دور حاضر کی خواتین میں اسلامی روح پھونکنے میں معاون ثابت ہوگا۔

تعارف

حضرت ام سلیم کا پورا نام ''ام سلیمؓ بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام'' ہے۔ مؤرخین کے درمیان ان کے نام اور لقب میں اختلاف ہے، چناں چہ وہ سھلۃ، رملیۃ، اُنیفۃ اور رمیثۃ وغیرہ کے ناموں سے منسوب کی گئی ہیں۔(۱) نیز ان کا لقب بعض نے ''غمیصا'' اور بعض نے ''رمیصا'' لکھا ہے۔(۲) البتہ کنیت'' ام سلیم'' ہونے پر تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کے تعارف میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔امام نوویؒ فرماتے ہیں:

> ''ام حرام اور ام سلیم یہ دونوں محترم ہستیاں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی رضاعی یا نسبتی خالہ تھیں، اسی لیے ان دونوں کے ساتھ خلوت آپؐ کے لیے حلال تھی۔ لہٰذا آپؐ ان کے یہاں خاص طور پر جایا کرتے تھے اور ان دونوں کے علاوہ سوائے ازدواج مطہرات کے کسی عورت کے یہاں آپ نہیں جاتے تھے۔''(۳)

حضرت ام سلیمؓ کی والدہ کا نام ملیکہ بنت مالک بن عدی بن زید تھا۔ وہ آبائی سلسلۂ نسب سے سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھیں جو جدِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم عبدالمطلب کی والدہ تھیں۔ اسی بنا پر ام سلیمؓ آپؐ کی خالہ مشہور ہوئیں۔انہوں نے مدینہ میں اسلام کے پہنچتے ہی مسلمان ہونے کی سعادت حاصل کر لی تھی، چناں چہ وہ اس حوالے سے فرماتی ہیں:

> **''كان رسول الله ﷺ يقبل في بيتي . فكنت أبسط نطعا، فيقيل عليه فيحدق، فكنت أخذ سكا فأعجته بعرقه.''** (۴)

فضیلت

حضرت ام سلیمؓ کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی جنت کی خوش خبری دے دی تھی، چناں چہ آپؐ نے فرمایا:

دخلت الجنة فسمعت خشفة، فقلت من هذا؟ فقالوا هذه

العصیماء بنت ملحان، ام انس بن مالک۔ (۵)

''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کچھ آہٹ محسوس کی، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ عصیماء بنت ملحان ہیں، یعنی انس بن مالک کی والدہ محترمہ۔''

قبولِ اسلام

حضرت ام سلیمؓ کو اپنی مکی زندگی میں ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی تھی البتہ آپؐ سے بیعت کرنے کا موقع مدینہ منورہ میں ملا۔ ان کے ایمان لانے کا موقع خواتین کے لیے باعث موعظت ہے۔ انہوں نے جس اولوالعزمی اور جرأت کے ساتھ مشرک شوہر کی شدید مخالفت کے باوجود دین اسلام کو اپنے سینے میں بسایا۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے بیٹے انسؓ بن مالک بن مضر کو بھی اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور انہیں اپنے شوہر کی مخالفت کے باوجود کلمہ توحید کی تلقین کی جس کے نتیجہ میں مالک بن مضران سے ناراض ہوکر ملک شام پہونچ گئے جہاں ان کے کسی دشمن نے انہیں قتل کر دیا۔ اس کی خبر جب ام سلیمؓ کو ملی تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا: ''خس کم جہاں پاک'' اب میں اپنے بیٹے کی تربیت اطمینان وسکون سے کرسکوں گی۔ جب کہ دور حاضر میں پیدائشی مسلم خواتین کے لیے اپنے آباواجداد سے ورثہ میں ملے ہوئے اسلام کا تحفظ مشکل ہو رہا ہے، غیر اسلامی افکار ونظریات کو اختیار کرنے میں انہیں کوئی تامل نہیں ہے، احکام دین پر عمل نہ کرنے کے متعدد بہانے اور عذرات پیش کیے جاتے ہیں، کبھی ماحول سے بگاڑ کا عذر اور کبھی شوہر کی بے دینی کا ذکر اور کبھی والدین کی کمی و کوتاہی کا حوالہ۔ یہ عذرات وحوالے عنداللہ قبول ہونے والے نہیں ہیں بلکہ ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق ہی انجام سے دوچار ہونا ہے۔ یہ آیت کریمہ۔''**للرجال نصیب مما اکتسبو وللنساء نصیب ممن اکتسبن**''(۶) اور''**انی لاأضیع عمل عامل منکم من ذکر أو أنثی**''(۷) میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سن شعور کو پہونچنے کے بعد ہدایت کی راہ کی تلاش اور اسلام کو اس کی جملہ صفات کے ساتھ اختیار کرلینا ہر ذی نفس کی اپنی ذمے داری ہے۔

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت ابوطلحہؓ کی نکاح کی پیش کش اور اس پر حضرت ام سلیمؓ کا موثر اور پرحکمت طرزعمل امت کی خواتین کے لیے نمونہ ہے کہ انہوں نے ایک مومنہ و مسلمہ ہونے کی وجہ سے ایک کافر کی نکاح کی پیش کش کو ایمان لانے کی شرط سے مشروط کر دیا اور زمین و جائیداد، مال و زر، ماہانہ آمدنی کا حساب و کتاب لگائے بغیر صرف ان کے ایمان لانے کو ہی اپنا مہر قرار دیا۔ اس حوالے سے حضرت انس فرماتے ہیں:

جاء ابوطلحة یخطب ام سلیم، فقالت. انه لا ینبغی لی ان أتزوج مشرکا. أما تعلیم یا أبا طلحة أن الهتکم التی تعبدون ینحتها عبد آل فلان النجار،و انکم لو شعلتم فیها نارا لاحترقت،قال:فانصرف عنها و قد وقع فی قلبه من ذلک موقعا، فاتاها یوما، فقال:الذی عرضت علی قد قبلت،فما کان لها مهر الا اسلام أبی طلحة". (۸)

"ابوطلحہ ام سلیم کا پیغام لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں کسی مشرک سے نکاح کروں۔ کیا تم نہیں جانتے اے ابوطلحہ! تمہارے معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو، ان کو آل فلاں کا نجار غلام تراشتا ہے اور اگر تم اس میں آگ لگا دو تو وہ جل جائے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں: ابوطلحہ وہاں سے چلے گئے اس حال میں کہ ان کے دل میں کچھ جگہ بن چکی تھی۔ پھر ایک دن وہ حضرت ام سلیمؓ کے پاس آئے اور کہا: جو بات تم نے میرے سامنے پیش کیا تھا اسے میں نے قبول کر لیا۔ حضرت ام سلیمؓ کا کوئی مہر نہیں تھا سوائے حضرت ابوطلحہ کے اسلام کے۔"

اس طرح حضرت ام سلیمؓ نے وہ اجر حاصل کر لیا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول میں وعدہ فرمایا ہے:

فوالله لن یهدی الله بک رجلا واحدا ولک من حمر النعم. (۹)

"بہ خدا اگر اللہ تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

حضرت ام سلیمؓ کی مضبوط قوت ایمانی اور داعیانہ کردار نے حضرت ابوطلحہ کو ایمان کی طرف راغب کردیا نیز ان پر یہ بھی ثابت کردیا کہ شرک کے علاوہ کوئی اور چیز ان کے لیے قابل ردنہیں ہے۔اس واقعہ میں امت مسلمہ کی خواتین کے لیے ایک تنبیہ ہے جو محض عیش و تعیش اور خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنے ایمان کا سودا کررہی ہیں۔ادھر کچھ عرصے سے مسلم لڑکیوں کا غیر مسلم لڑکوں سے نکاح کرکے اپنے دین وایمان کا سودا کرلینے کی خبریں گردش میں ہیں اور اس میں روز بروز اضافہ ہی ہورہا ہے،جس کا سبب مخلوط تعلیم،سوشل میڈیا،فیس بک ،واٹس اپ اور موبائل کا غلط استعمال وغیرہ ہیں۔دین سے دور مسلم لڑکیاں فرقہ پرست عناصر کی منصوبہ بند سازش کا شکار زیادہ ہوتی ہیں۔ان کی طرف سے لو جہاد کا شوشہ چھوڑکر ہندو نوجوانوں میں انتقامی جذبہ پیدا کیا جاتا ہے اور منصوبہ بند طریقے سے فریب دے کر لڑکیوں کو ان کے والدین، اعزہ و اقارب اور دین و ایمان سے محروم کرکے ہلاکت کے دہانے تک پہونچا دیا جاتا ہے۔

اس سنگین مسئلے پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ مسلم لڑکیوں کے دل ودماغ میں حضرت ام سلیمؓ جیسا ایمان مستحکم کیا جائے،دینی تعلیم وتربیت اور ذہن سازی کی طرف توجہ دی جائے،قرآن وسنت کے عام فہم لٹریچر کے مطالعہ کے ذریعے ان ذہن سازی کی جائے اور دنیا وآخرت میں ان کو تباہی سے بچانے کی ہر ممکن تدابیر اختیار کی جائیں۔

اوصاف حمیدہ

حضرت ام سلیمؓ کا شمار شجاعت و بہادری،قوتِ ایمانی اور نیکی و صالحیت ،صبر وتوکل میں عظیم المرتبت صحابیاتؓ میں ہوتا ہے۔اسلام کی نہ صرف ان کے دل میں عظمت تھی بلکہ اس کی سربلندی کے لیے بھی بے چین نظر آتی تھیں،چناں نہ صرف وہ جنگِ احد میں شریک ہوئیں بلکہ خوب دادِشجاعت بھی دی۔محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں:

> **کانت ام سلیم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد و معھا خنجر. (۱۰)**
>
> ’’جنگ احد میں حضرت ام سلیمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور ان کے پاس ایک خنجر تھا۔‘‘

حضرت انسؓ ان کی بہادری اور شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان أم سليم اتخذت خنجرا يوم حنين، فقال أبو طلحة! يارسول الله! هذه أم سليم، معها خنجر، فقالت: يا رسول الله، ان دنا مني مشرك بقرت به بطنه. (۱۱)

''ام سلیم جنگ حنین میں ایک خنجر لیے ہوئے تھیں۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا کہ یہ ام سلیم ہیں اور ان کے ساتھ ایک خنجر ہے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ اس لیے ہے کہ اگر کوئی مشرک مجھ سے قریب ہوا تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔''

حضرت ام سلیمؓ جنگ خیبر (۷ھ) میں بھی شریک تھیں اور فتح کے بعد جب حضرت صفیہ ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں تو ان کو آپؐ کے لیے سنوارنے کے فرائض انہوں نے ہی انجام دیے تھے۔ وہ نہ صرف جنگوں میں شریک ہوتیں بلکہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں، ان کو پانی پلاتیں اور فوجیوں کے لیے کھانا بھی تیار کرتی تھیں۔ (۱۲)

دور حاضر کی خواتین کے لیے حضرت ام سلیمؓ کا یہ کردار ایک پیغام رکھتا ہے کہ آج جب کہ خواتین کی عزت و ناموس پر چوطرفہ حملے ہورہے ہیں، ان کے حقوق کی آڑ لے کر دین و شریعت پر تنقید کی جارہی ہے، انہیں اسلام سے متنفر کرنے کی ہرممکن کوشش کی جارہی ہے، انہیں شعائر اسلام سے دور کرنے کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے، ان کے حجاب اور لباس پر پھبتیاں کسی جارہی ہیں، ستم بلائے ستم یہ کہ فسادات اور دیگر دوسرے مواقع پر ان کی عزت و ناموس کو بھی تارتار کیا جارہا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم خواتین حضرت ام سلیمؓ جیسی دینی حمیت، ہمت وحوصلہ اور مدافعتی قوت پیدا کرنے والے ہر اسلحہ سے لیس ہوں اور اسلام دشمن عناصر کو ہرممکن طریقے سے شکست دینے کی کوشش کریں۔

صبر وتوکل

حضرت ام سلیمؓ کے صبر وتوکل کی مثال ان کے صاحب زادے ابوعمیر ابن ابی طلحہ کی رحلت کے موقع پر اختیار کیا گیا ان کا طرز عمل ہے۔ یہ حضرت ابوطلحہؓ سے پہلی اولاد تھے چناں

چہ اپنے والدین کو انتہائی محبوب تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ کی عادت تھی کہ جب وہ اپنے خارجی امور کی ادائیگی یا مسجد سے گھر لوٹتے تو گھر والوں کو ہدیہ سلام پیش کرتے اور اپنے بیٹے کی صحت و عافیت کی خبر لیتے۔ وہ ایک مرتبہ کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے کہ بچے کی وفات ہوگئی۔ اس مومنہ و صابرہ ماں نے اللہ تعالی کے فیصلے پر اپنا سر تسلیم خم کردیا اور بچے کو غسل دیا، کفن پہنایا، خوشبو لگائی اور بستر پر رکھ کر ایک کپڑے سے ڈھانک دیا۔ اس دوران وہ برابر اللہ تعالی کو یاد کرتی رہیں۔ اس کے بعد اپنے ارد گرد کے لوگوں کی طرف یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئیں کہ ''ابوطلحہ آئیں تو کوئی ان کو اس کی خبر نہ دے یہاں تک کہ میں خود ان کو اس کی خبر دوں۔'' جب حضرت ابوطلحہؓ گھر لوٹے تو ام سلیمؓ نے اپنے غم وحزن کے آنسوؤں کو پوشیدہ رکھ کر ان کا استقبال کیا۔ ابوطلحہ گویا ہوئے: ابوعمیر کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے چہرے پر پوری طمانیت طاری کرکے جواب دیا: وہ پہلے سے زیادہ پرسکون ہے۔ جس پر وہ اپنے بچے کی شفایابی کے تصور سے خوش ہوگئے۔ حضرت ام سلیمؓ نے انہیں رات کا کھانا پیش کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہیں کہ انہوں نے دردناک خبر سنا کر حضرت ابوطلحہؓ کو حد درجہ دردمند نہیں کیا بلکہ کھانے پینے، خوشی محسوس کرنے اور تکان سے آرام کرنے کا پورا موقع دیا۔ جب رات کا آخری پہر تھا تو وہ حضرت ابوطلحہؓ سے اس طرح گویا ہوئیں:

> **يا أبا طلحة، أرأيت لو أن قوما أعاروا عاريتهم أهل بيت، فطلبوا عاريتهم، ألهم أن يمنعوهم؟ قال. لا. قالت: فاحتسب ابنک. (۱۳)**
>
> ''اے ابوطلحہ! آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر کسی گھر والے سے عاریۃً کوئی چیز کسی نے لی ہو، پھر وہ گھر والے اپنی دی ہوئی چیز کی واپسی کا مطالبہ کریں تو کیا انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ انہیں دینے سے انکار کردیں؟ حضرت ابوطلحہ نے کہا: نہیں اسے یہ حق حاصل نہیں ہے، تو حضرت ام سلیمؓ نے کہا کہ (آپ کا بیٹا بھی آپ کے پاس امانت تھا) اب آپ اپنے بیٹے پر صبر کرکے اجر وثواب حاصل کیجیے۔''

یہ واقعہ مختلف طریقے سے متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ

حضرت ام سلیمؓ نے جس طریقے سے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور رضائے الٰہی پر سرِ تسلیم خم کردیا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول قرار پایا اور اس نے اس کا نعم البدل حضرت عبداللہؓ کی صورت میں عطا کیا۔ یہ وہی عبداللہ بن ابوطلحہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''تحنیک'' کا شرف حاصل ہوا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کی ماہر اولاد سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہنے کے ساتھ ایک دوسری مثال ام سلیم نے جو قائم کی وہ شوہر کی والہانہ محبت ہے جس نے بیٹے کے غم کو چھپانے پر مجبور کردیا، یہاں تک کہ وہ خوردونوش سے فارغ ہوگئے۔ نیز انہوں نے ایک تمثیل کے ساتھ بیٹے کی وفات کی جانکاہ خبر کو پیش کرکے شوہر کے ذہن ودماغ کو برداشت کرنے پر آمادہ کیا۔ یہ وہ صفت ہے جو حضرت ام سلیم کو دیگر صحابیات میں نمایاں مقام عطا کرتی ہے۔

یہ واقعہ ان خواتینِ امت کے لیے نصیحت سے لبریز ہے جو ادنیٰ اور معمولی چیزوں پر دل برداشتہ ہوجایا کرتی ہیں اور دن بھر کے تھکے ماندے شوہر کے گھر میں داخل ہوتے ہی نہ صرف مختلف شکایتوں کا انبار لگا دیتی ہیں بلکہ ضروریات کی ایک فہرست بھی سامنے رکھ دیتی ہیں جس کی بنا پر شوہر جو اپنی دن بھر کی تھکان کو ختم کرنے اور چین وراحت کی سانس لینے کی امنگوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا، ایک طرح کے اضطراب اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہوجاتا ہے اور پھر ازدواجی زندگی کی محبت وطمانیت میں رفتہ رفتہ دراڑ پڑتی نظر آنے لگتی ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کا کردار ایسے جملہ مواقع پر بڑی ہی معنویت رکھتا ہے اور یہی کردار خواتین کے لیے جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان بھی قابلِ غور ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

التی تسرہ اذا نظر و تطیعه اذا أمر و لا تخالفه فی نفسها ومالها بما یکرہ. (۱۴)

''وہ عورت جو شوہر کو خوش کردے جب کہ وہ اس کی طرف دیکھے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس، اپنے شوہر کے مال میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔''

اولاد کی پرورش وتربیت

حضرت ام سلیمؓ زمانہ جاہلیت میں مالک بن مضر کی زوجیت میں تھیں۔ ظاہر ہے شوہر

کا بے دین رہنا ان کے لیے باعث غم تھا لیکن انہوں نے اپنے بیٹے حضرت انسؓ کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی، حتیٰ کہ دوسرا نکاح کرنے پر بھی اس وقت تک آمادہ نہیں ہوئیں جب تک حضرت انسؓ کی رضامندی حاصل نہ کر لی۔ انہیں اپنے بیٹے کی دنیا وآخرت میں کامیابی کا اتنا خیال تھا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دعا کی درخواست کی۔ اس سلسلے میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"قالت أمي: یا رسول الله خادمک أنس أدع الله له: قال: " اللهم اکثر له ماله و ولده و بارک فیما اعطیته." (۱۵)

"میری امی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: انس آپ کا خادم ہے اس کے لیے دعا کیجیے۔ لہٰذا آپؐ نے دعا فرمائی: اے اللہ اس کو مال و اولاد میں فراوانی عطا کر اور جو بھی عطا کر اس میں برکت دے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انسؓ کے یہاں مال ودولت کی کثرت ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی اکثر آبادی سے زیادہ مالدار ہوں اور حجاج بن یوسف کے بصرہ آنے تک میری صلب سے ایک سو انتیس (۱۲۹) بیٹے مدفون ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں بھی برکت دی چناں چہ عبداللہ بن ابی طلحہ کے دس بیٹے تھے جو سب کے سب زیورِ علم اور فہم قرآن سے آراستہ ہوئے۔ ایک اور جگہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قدم رسول الله المدینة لیس له خادم، فاخذ ابو طلحة بیدی فانطلق بی الی رسول فقال یارسول الله ان انسا غلام لیس فلیخدمک: قال فخذمته فی السفر و الحضر، ماقال لی لشئی صنعته لم صنعت هذا هکذا؟ ولا شئی لم أصنعه: لم لم تصنع هذا هکذا؟ (۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ آئے تو آپؐ کے لیے کوئی خادم نہیں تھا تو حضرت ابوطلحہ (والد) میرا ہاتھ پکڑ کر رسولؐ کے پاس لے گئے اور فرمایا: بے شک انس ایک سمجھ دار لڑکا ہے، یہ اب آپؐ کی خدمت کرے گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے سفر وحضر سب میں آپؐ کی خدمت کی۔

آپؐ نے کبھی مجھ سے یہ نہیں کہا کہ تو نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور اس طرح کیوں نہیں کیا؟

احادیث بالا سے واضح ہے کہ والدین نے جہاں آپؐ کی محبت میں اپنے بیٹے کو آپؐ کی خدمت کے لیے پیش کیا وہیں دوسرا عظیم ترین مقصد یہ تھا کہ آپؐ کی صحبت میں رہ کر حضرت انسؓ فضائل اخلاق سے آراستہ ہوں گے نیز آپؐ کی معیت میں آپؐ کی اعلیٰ ترین صفات اور عادات واطوار ان کے اندر سرایت کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت میری عمر صرف دس سال تھی۔ اسی بنا پر ان سے مروی احادیث کی تعداد (۲۲۸۶) بیان کی گئی ہے۔

آج کی خواتین امت کے لیے حضرت ام سلیمؓ کا یہ عمل اولاد کی تربیت کے تعلق سے مشعل راہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صالح اور باصلاحیت افراد کی نگہبانی وسرپرستی میں دیں۔ وقتاً فوقتاً ان کے پاس بھیجیں اور انہیں سیکھنے کا موقع فراہم کریں۔ دور حاضر میں مسلم مائیں اپنے بچوں کو گھر کے بزرگوں کی معیت سے بھی محروم رکھتی ہیں اور ان کی خدمت کرنے کرانے کو بھی عار سمجھتی ہیں۔ اس طرح وہ بچوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کے بجائے بزرگوں کے تئیں نفرت کے جذبات پیدا کرتی ہیں جس کی بنا پر بزرگ صالح افراد کے کلمات خیر اور پند ونصائح سے بچے محروم رہتے ہیں اور جس کا نقصان مستقبل میں خود ان کو بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے۔

مہمان نوازی

حضرت ام سلیمؓ اور ان کے شوہر ابوطلحہؓ دونوں ہی میں مہمان نوازی اور ایثار وقربانی کی صفت بدرجۂ اولیٰ موجود تھی۔ اس کا اندازہ درج ذیل مشہور واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے:

''ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں بھوک سے بالکل لاغر ہو رہا ہوں۔ آپؐ نے باری باری تمام ازواج مطہرات کے پاس کھانا بھیجنے کے لیے پیغام بھیجا، لیکن ہر ایک نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر آپؐ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''من يضيفه يرحمه الله.''

''کون اس شخص کی ضیافت کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔''

یہ سن کر حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میں یا رسول اللہ''۔ پھر وہ مہمان کو لے کر گھر پہونچے اور ام سلیمؓ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ جواب ملا کہ نہیں! ''سوائے میرے بچوں کی خوراک کے''۔انہوں نے کہا: ''بچوں کو بہلا کر سلا دینا اور جب مہمان کھانا شروع کرے تو کسی حکمت سے چراغ گل کر دینا''۔ حضرت ام سلیمؓ نے ایسے ہی کیا، چناں چہ یہ لوگ خود بھوکے رہے اور مہمان نے شکم سیر ہو کر کھایا''۔

صبح جب ابوطلحہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا:

'' قد عجب الله من صنيعكما بصنيعكما''.

''یقیناً رات میں تم دونوں نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔'' (۱۷)

درج بالا واقعے کی معنویت محض ایثار اور مہمان نوازی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ محبتِ رسول، اطاعتِ رسول اور بشارت رحمت کی طلب کے لیے جو قربانی پیش کی گئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ والدین خود اپنی بھوک کی قربانی تو پیش کر سکتے ہیں لیکن عزیز از جان اولاد کو کسی غیر متعلق فرد کے لیے بھوکا رکھنا کیوں کر گوارا کر سکتے ہیں؟ ہمیں اس کی روشنی میں اپنے کردار کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دل مہمانوں کی آمد پر باغ باغ تو ضرور ہوتے ہیں لیکن اس وقت جب آنے والے مہمان مائکہ یا دوست احباب میں سے ہوں۔ سسرالی رشتے دار یا غیر متعلق فرد کا آنا انتہائی گراں خاطر ہوا کرتا ہے الّا یہ کہ ان سے کوئی مادی منفعت وابستہ ہو جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''من كان يومن بالله و اليوم الآخر فليكرم ضيفه جائزته .(۱۸)

''جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی ایک دن اور ایک رات ضیافت کرے۔ اس سے آگے کہا گیا کہ ضیافت تین دن ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ صدقہ ہے۔''

وفات

حضرت ام سلیمؓ کی وفات کا سال اور مہینہ معلوم نہیں ہو سکا، لیکن قرینہ اس بات پر شاہد

ہے کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے زمانے میں وفات پائی، البتہ تاریخ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کا انتقال حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا ہے۔(۱۹)

خلاصہ یہ کہ حضرت ام سلیمؓ کی زندگی زہد وتقویٰ، خدا ترسی، للّٰہیت اور شعائر اسلام کی پاس داری سے لبریز تھی، یقیناً موجودہ دور کی خواتین کے لیے ان کی زندگی مشعلِ راہ ثابت ہو سکتی ہے۔

حواشی

۱۔طبقات ابن سعد: ۸/۴۲۴، سیر اعلام النبلاء: ۲/۳۰۴

۲۔صحابیات طیبات،احمد خلیل جمعه،نعمانی کتب خانه، اردو بازار،لاهور،۲۰۰۲ء،

۳۔شرح النووی علی مسلم: ۱۶/۱۰

۴۔الطبقات: ۸/۴۲۸

۵۔صحیح مسلم: ۲۴۵۶

۶۔ النساء: ۳۲

۷۔ آل عمران: ۱۹۵

۸۔ الطبقات الکبریٰ: ۸/۴۲۷

۹۔متفق علیه

۱۰۔ طبقات ابن سعد: ۸/۴۲۵

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔صحیح مسلم : ۲/۱۰۳

۱۳۔ صحیح مسلم: ۲۱۴۴

۱۴۔ النسائی

۱۵۔ تهذیب التهذیب: ۱۲/۴۷۱

۱۶۔ صحیح بخاری: ۲۷۶۸

۱۷۔صحیح مسلم،کتاب الاشربة، باب اکرام الضیف

۱۸. صحیح بخاری،کتاب الادب،حدیث: ۶۰۱۹

۱۹۔(https://www.qssas.com/story/30268)

درد (Pain) کا شافی یونانی علاج

ایک نئی یافت

حکیم و ڈاکٹر شاھدبدر فلاحی(علیگ)
البدر یونانی شفاخانہ کربلا میدان (بدرقہ) اعظم گڑھ
ای میل: shahid.badrfalahi@gmail.com
موبائل: 9936205756

فن علاج میں ۔وجع ۔ والم۔کو اولین اہمیت دی جاتی ہے ۔درد سے تڑپتا ہوا مریض جب مطب میں آتا ہے ،تو اسکی اضطرابی کیفیت طبیب سے تقاضہ کرتی ہے کہ وہ مریض کو تڑپا دینے والی صورتحال سے نجات دلائے ۔اردو میں درد کا لفظ " وجع " اور " الم " دونوں پر محیط ہے ۔انگریزی میں اسکے لئے عام طور پر لفظ pain کا استعمال ہوتا ہے ۔

جس طرح کے درد ۔و۔الم ۔ پر مجھے آج گفتگو کرنی ہے،وہ ہے وجع المعدہ ۔(معدے کا درد) ۔سنگ مرارہ کی وجہ سے،جگر کا درد،سحج ومغص ۔حصاۃ ورمل کی وجہ سے، درد گردہ ،قولنج ،ورم زائدہ اعور کی وجہ سے شدید درد ..وغیرہ اوران کا شافی یونانی علاج ۔

وجع المعدہ ۔معدے کے درد کے کئی اسباب ہیں ۔لیکن صرف اس درد سے بحث ہے جسکا سبب ریاح ہو۔

سحج ومغص ۔سحج آنتوں کی اندرونی سطح کے چھل جانے کو کہتے ہیں ۔ درد کا احساس تو تمام اقسام سحج کی مشترک علامت ہے۔سحج اگر بالائی آنت میں ہے ،تو درد ناف کے پاس اور ناف کے اوپر محسوس ہوتا ہے۔خون اور دوسری لیسدار رطوبتیں پاخانہ کے ساتھ خارج ہوتی ہیں .

مغص ۔آنتوں کے درد کا نام ہے جو آنتوں کے تشنج سے پیدا ہوتا ہے۔(۱)

اس مرض کو ہندی میں مروڑ کہتے ہیں۔" شیخ نے لکھا ہے کہ شدید قسم کا مغص جسکے ساتھ اسہال

نہ ہو وہ قولنج کے مشابہ ہوتا ہے۔اور اسکا علاج بھی قولنج کے مطابق کرنا چاہئے۔" (۲)

قولنج کبدی(Hepatic colic): مرارہ میں پتھریاں بن جاتی ہیں ان پتھریوں کہ وجہ سے جگر میں بہت شدید اور بے چین کر دینے والا درد اٹھتا ہے جسے قولنج کبدی کہا جاتا ہے۔(۳)

گردے میں پتھری کا درد (Kidney stone): یہ کثیر الوقوع مرض ہے۔ ہر طبیب کو بکثرت ایسے مریضوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ جب پتھری گردے میں ہوتی ہے تو مریض کمر میں بوجھ اور تناؤ محسوس کرتا ہے۔ اکثر اوقات اسی طرف کے خصیوں اور رانوں میں درد محسوس ہوتا ہے جس طرف کا گردہ مبتلائے مرض ہوتا ہے۔

جب پتھری گردے سے سرک کر حالب میں پھنس جاتی ہے اس وقت گردے کے مقام پر یکا یک بے چین کر دینے والا درد اٹھتا ہے۔ پیشاب بار بار تھوڑی تھوڑی مقدار میں جلن کے ساتھ آتا ہے مریض کو قے، متلی ابکائی آتی ہے اور بالکل ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے۔

قولنج۔اس شدید درد کو کہتے ہیں جو قولون نامی آنت میں عارض ہوتا ہے اسکی وجہ سے براز بند ہوجاتا ہے۔

قولنج کا خاص سبب "سدہ" ہے جو براز، اخلاط اور ریاح کو نفوذ نہیں کرنے دیتا اور انکو دفع ہونے سے روک دیتا ہے جسکے باعث سخت درد اور سخت قسم کا تناؤ پیدا ہوجاتا ہے۔(۴)

دردِ قولنج کا آغاز۔ناف کے نیچے دائیں جانب سے ہوتا ہے اور یہاں سے درد اوپر کی طرف بائیں جانب پھیلتا ہے اور زیرِ ناف تک پہونچ جاتا ہے۔دردِ قولنج دفعتاً شروع ہوتا ہے اور فوراً تیز ہوجاتا ہے۔خلوِ معدہ سے درد میں تخفیف ہوتی ہے۔مقدار درد کے اعتبار سے دردِ قولنج تمام دردوں سے زیادہ شدید ہے۔چنانچہ جالینوس کا قول ہے کہ پیٹ میں پیدا ہونے والا ہر شدید درد قولنج ہوتا ہے۔(۵)

ورم زائدۂ اعور:اس مرض میں اعور کا زائدہ دودیہ متورم ہوجاتا ہے، گاہے ورم میں پیپ پڑ جاتی ہے۔اسکے اسباب میں دائمی قبض ایک اہم سبب ہے۔کسی تمہیدی علامت کے بغیر یک لخت دائیں حفرۂ خاصرہ میں اچانک شدید درد اٹھتا ہے قے، متلی اور ابکائی کی بھی شکایت ہوتی ہے۔

زمانۂ انٹرن شپ (ملکھان سنگھ ڈسٹرکٹ ہاسپٹل علی گڈھ ۱۹۹۷ تا ۱۹۹۸) میں اکثر رات میں درد سے تڑپتے ہوئے مریض آتے۔Dilona اور Anafortan کے انجکشن عضلات میں لگا دیئے جاتے، چند منٹ کے بعد ہی روتا ہوا مریض ہنستا ہوا واپس چلا جاتا۔بس یہی ہدایت دی جاتی کہ کل دن میں سونو گرافی کرا لینا...اب اگر وہ مریض بھول جاتا...تو رات میں پھر اسے وہی درد ہوتا

...پھر روتا چلاتا آتا...وہی انجکشن وہی ہدایت۔اکثر مریضوں کو گردے کی پتھری کا شدید درد ہوتا، کسی کو ورم زائداعور کا درد، کسی کو قولنج تو کسی کو حصاۃ مرارہ کہ وجہ سے شدید درد ہوتا اور ایسے مریضوں کو آپریشن کا مشورہ دیا جاتا.....بے چارے ہم یونانی والے محض تماش بین ہوتے یا پھر ہم انھیں دواؤں کو استعمال کرنے پر مجبور ہوتے۔کیا ہماری paithy میں ایسی کوئی دوانہیں ہے کہ جسے بس کھلا دیں تو درد سے تڑپتے ہوئے مریض کو نجات مل جائے؟۔جستجو۔جنوں میں تبدیل ہوگئی اور یہی جنوں راہ نما بن کر مرے ساتھ چلا۔میں نے وجع المعدہ،قولنج، پتھری وغیرہ کے درد کو دور کرنے والی دواؤں کو پڑھا۔ان نسخوں کو الگ کیا،استعمال کیا،لیکن ناکام رہا۔ایسی Acute کنڈیشن میں ہماری کوئی خوردنی دوا انجکشن کا بدل بن جائے۔۔۔اپنے پاس موجود یونانی کتب سے باوجود تلاش بسیار کے نہیں پاسکا۔لیکن تلاش کا یہ سفر جاری رہا۔میرے انتہائی عزیز حکیم وڈاکٹر سعود الظفر علی (اسسٹنٹ پروفیسر قرولباغ طبیہ کالج دہلی) جو میرے جذبہ دیوانگی سے خوب واقف ہے، اس نے مجھے یونانی وآیوروید کی کئی اہم کتابیں تحفے میں دیں اور کئی کمیاب کتابوں کی فوٹو کاپی بھی.....میں نے دن رات کی پرواہ کئے بغیر ہر کتاب کو حرفا حرفا پڑھا....دوائیں بنائیں استعمال بھی کیا لیکن ابھی مقصود حاصل نہیں تھا۔ ایک دن میرے مطالعہ میں یہ چند سطریں گزریں...ہینگو اشٹک چورن کے نفع خاص میں یہ مذکور ہے کہ: یہ پیٹ درد کیلئے بہت مفید ہے۔اگر یہ ایک دورتی سفوف بیخ آک کے ساتھ ملا کر دیا جائے تو ذاتی تجربے کی بنا پر ہماری دعویٰ ہے کہ ہر قسم کے پیٹ درد کو آن واحد میں فائدہ پہنچتا ہے۔اسی طرح ان مریضوں کو جنھیں کھانے کے بعد پیٹ میں ہوا بھر جانے اور پیٹ کے بھاری ہو جانے وغیرہ کی تکالیف ہو جاتی ہیں، اسکا استعمال نہایت مفید رہتا ہے"۔(٦)

میں نے اس (ہینگو اشٹک) نسخے کی تصویب کیلئے بیاض کبیر اور قرابادین مجیدی کو دیکھا۔ ہنگو اشٹک سے ملتا جلتا نسخہ نہیں ملا۔پوست بیخ مدار کا یہ استعمال جاننے کیلئے میں نے مفردات کی حسب ذیل کتابیں دیکھیں:

☆**یونانی ادویہ مفردہ**: مصنف حکیم سید صفی الدین علی ترقی اردو بیورو نئی دہلی ١٩٩٣

☆**منافع المفردات** : ڈاکٹر محمد یوسف انصاری۔اعجاز پبلیشنگ ہاؤس۔نئی دہلی، ٢٠٠٩

☆**بستان المفردات**: محمد عبدالحلیم۔کارخانہ جامع الادویہ لکھنو چوک سبزی منڈی۔

☆**تاج المفردات**: ڈاکٹر وحکیم نصیر احمد طارق ادارہ کتاب الشفاء کوچہ چیلان دریا گنج، جولائی ٢٠٠٤

☆**مخزن المفردات المعروف خواص الادویہ**: حکیم کبیر الدینؒ فیصل پبلی کیشن دیوبند، ٢٠٠٠

☆ **ھندوپاک کی جڑی بوٹیاں اور انکے عجیب و غریب فوائد** :حکیم محمد عبداللہ و پنڈت کرشن کنوردت شرما، اعجاز پبلیشنگ ہاوس، کوچہ چیلان نئی دہلی ١٩٩٧

☆ **ھندوستان و پاکستان کی جڑی بوٹیاں مع رنگین تصاویر**: حکیم محمد عبداللہ، اعجاز پبلیشنگ ہاؤس، کوچہ چیلان نئی دہلی، ١٩٩٧

لیکن پوست بیخ مدار کا یہ فائدہ کہیں درج نہیں تھا۔ بہر حال میں نے ہنگواشٹک چورن خریدا، مدار کی جڑ کی چھال نکالی اسکو سکھایا، سفوف کیا، گولیاں بنوائیں اور ایک شدید درد کے مریض کو کھلایا... لیکن بے سود ... میں فکرمند ہوگیا کہ اس دوا کا تو ایسا کچھ بھی اثر نہیں ... تو پھر ایسے الفاظ کیوں لکھے گئے ۔اسکے بعد میں نے ارادہ کیا کہ نہیں .ہینگواشٹک چورن میں خود بناؤں گا اور پھر آزماؤنگا۔ میں نے ہینگواشٹک چورن بنایا۔ ہینگواشٹک چورن کا نسخہ درج ذیل ہے۔

سونٹھ سفید، فلفل سیاہ، فلفل دراز، اجوائن دیسی، سیندھا نمک، زیرہ سفید، زیرہ سیاہ، ہینگ بریاں۔ جملہ ادویہ کے سفوف مساوی الوزن لیکر بطریق معروف باہم ملالیں۔

نوٹ: کئی وید ہینگ بریاں مساوی الوزن کے بجائے آٹھواں حصہ ملاتے ہیں۔ یعنی اگر اول کی سات ادویہ ایک ایک تولہ ہوں تو ہینگ بریاں آٹھواں یعنی ڈیڑھ ماشہ شامل کرتے ہیں۔(٧)

نوٹ: لیکن میں نے اپنے تجربے سے یہ پایا کہ اگر مذکورہ سات دوائیں ایک ایک تولہ ہوں تو ہینگ بریاں نصف تولہ شامل کر کے سفوف بنائیں۔ میں نے اسی طرح کیا اور مفید پایا۔ یہی میرا معمول مطب ہے میں نے اس سفوف کا نام اجزاء کے اوزان میں تبدیلی کے بعد "**سفوف انگوزہ**" رکھا۔ آگے جتنے بھی فوائد مذکور ہیں وہ اسی وزن کے مطابق ہیں۔ مذکورہ دوا "سفوف انگوزہ" اب میرے پاس تیار تھیں۔

مبارک پور سے ہمارے دوست عبدالاول صاحب نے مجھے فون کر کے بتایا کہ ہمارے ایک عزیز کو ٢ دن قبل رات میں شدید درد اٹھا .غالباً پتھری کا درد تھا.... انجکشن سے ہی آرام ہوتا ہے وہ بھی چند گھنٹوں کیلئے ہوتا ہے .....اب انھیں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں ....وہ میرے مطب پر آئے .انجکشن لگ جانے کے بعد بھی ... پورے طور پر درد زائل نہیں ہوا تھا.. میں فوراً سے USG کرانا چاہ رہا تھا ۔لیکن درد انھیں کہیں جانے سے روک رہا تھا... میں نے وہی سفوف (**سفوف انگوزہ**) آدھا چمچ (٥ گرام تقریباً) اور چھوٹی مٹر کے دانے کے برابر سائز کی گولیاں **حب پوست بیخ آک** ٢ عدد کھلایا...اور مریض کو اپنے مطب میں بٹھائے رکھا۔ آدھے گھنٹہ بعد آرام ہوگیا۔ کہا کہ سونوگرافی کیلئے مجھے کہاں جانا ہے

؟بتایئے ۔اس وقت مجھے بہت آرام ہے ۔انھوں نے سونوگرافی کرائی 28 mm kidny stone in (Ureter) میں تھا۔میں نے مریض سے کہا کہ بالعموم اس سائز کی پتھری پرتو دوا کا اثر کم ہی ہوتا ہے ۔پھر بھی دوا شروع کرتے ہیں ..(گردے کی پتھری کیلئے علاج کی تفصیلات آئیندہ ۔ابھی صرف پتھری کے درد سے متعلق مضمون ہے) مریض نے کہا کہ مجھے صرف درد سے افاقہ ہوجائے تو میں آپکی دوا مہینوں کھا سکتا ہوں ,پچھلے کئی دنوں سے تو میں صبح وشام صرف انجکشن ہی لگواتا ہوں تب بھی اتنا آرام نہیں ہوتا تھا جتنا آرام ابھی آپکی دوا سے ہوا۔میں نے ایک ماہ تک علاج کیا،دوبارہ سے USG کرائی تو معلوم ہوا کہ پتھری دوحصّوں میں ٹوٹ کر ابھی موجود ہے۔البتہ اس پورے ایک ماہ تک مریض نے پتھری کے درد کیلئے کوئی دوانہیں کھائی ۔بحمدللہ درد سے افاقہ رہا۔

ایک۲۰ سالہ نوجوان میرے مطب پرآیا،اس نے بتایا کہ میں اشرف پوراعظم گڑھ کا رہنے والا ہوں ،ہنکٹ بازار میں میری دکان ہے ،سونوگرافی اور پرانے پرچوں کی فائل میری میز پر رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ یہ دیکھئے ایک ہی kidny کا دوبارآپریشن ضلع کے مشہور سرجن ڈاکٹر امیر عالم صاب کے ہاتوں کرا چکا ہوں لیکن تیسری بار پتھری بن گئی ہے،درد سے میرا برا حال ہے،درد کے کئی انجکشن روزانہ لگواتا ہوں آخر میں کتنی بارآپریشن کراؤں ؟اس بار ڈاکٹر صاحب نے جواب دے دیا ہے کہ جاؤاب اپنا کہیں اورعلاج کراؤ۔اب میں مزیدآپریشن نہیں کرا سکتا ،تھک ہارکر یہاں آیا ہوں اگر میرا درد ٹھیک ہو جائے تو میں مہینوں آپ کی دوا کرسکتا ہوں ۔اس نے کپڑے اٹھا کر اپنے دونوں آپریشن کے scarدکھائے ۔سونوگرافی کی رپورٹ میں Multipple stone تھے ۔میں نے درد کے ازالے کیلئے یہی سفوف اور گولیاں دیں،ساتھ میں پتھری کوختم کرنے کیلئے علاج شروع کیا۔دوماہ کے متواتر علاج سے پتھریاں ختم ہوگئیں اوردردتو پہلے ہی دن سے غائب ہوگیا تھا۔وہ مریض جسے ہر ٦ ماہ پر پتھری بن جایا کرتی تھی ،آج وہ ٨ سالوں سے میرے رابطہ میں ہے،اسے اب تک یہ شکایت نہیں ہوئی ،میں اس سے ہر٦ ماہ پر خیریت کا فون کرتا ہوں ۔اللہ اسے اس موذی مرض سے ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھے،آمین ۔Kidnystone کے ابتک سو سے زائد مریض اسی طرح درد سے بے حال آئے ۔اسی دوا سے انکا درد دور ہوا،اور مزید علاج سے پتھری بھی ختم ہوگئی ۔بحمدللہ

میرے گاؤں (منجو بھا) کے پڑوس سے ایک ۲۵ سالہ نوجوان اعظم گڑھ کے ماہرسرجن ڈاکٹر فرقان صاحب کے یہاں زیرعلاج تھا۔ڈاکٹر صاحب نے اس کی سونوگرافی بھی کی 80 mm

G.B Stone تھا ،جگر کے مقام پر سوجن اور درد تھا، ڈاکٹر صاحب نے ایک ہفتہ کیلئے دوا دی اور بالآخر آپریشن کیلئے کہا۔ آپریشن سے اس نے انکار کر دیا۔ وہ جب میرے مطب پر آیا، درد کہ وجہ سے بہت پژمردہ تھا۔ اسی سفوف اور گولی سے اسکا درد غائب ہوا۔ ۲ ماہ تک علاج کرانے کے بعد جب اسنے سونوگرافی کرائی تو G.B Stone ختم ہو چکا تھا جبکہ درد تو دوا کی پہلی خوراک سے ہی غائب ہو چکا تھا۔

سحج اور مغص: ایک نقاب پوش خاتون آئیں کہ مجھے پیٹ میں شدید درد اور اینٹھن ہے ،خون آلود آنوں کے ساتھ پاخانہ ہوتا ہے۔ میں اسکے لئے انگریزی دوا نہیں لینا چاہتی۔ میں نے اسے صرف پانچ دن کی دوا دی۔ درد کے ازالے کیلئے وہی سفوف اور گولیاں۔ اور بقیہ تکلیف کے ازالے کیلئے دیگر دوائیں دے کر رخصت کیا۔ پانچ دن بعد وہ حاضر مطب ہوئی۔ کہا کہ بحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے اسے مزید پانچ دن کی دوا دی۔ بحمدللہ سحج و مغص کی تکالیف دور ہو گئیں اور مرض بھی غائب ہو گیا۔ سحج و مغص کے بکثرت مریض آتے ہیں اور بحمدللہ انکا درد اسی دوا سے دور ہوتا ہے۔

قولنج: شبلی کالج کے ریٹائرڈ پرنسپل جو اعظم گڑھ ملت نگر میں اقامت پذیر ہیں، انکے گھر سے ایک خاتون آہ و کراہ کے ساتھ میرے مطب پر لائی گئیں۔ شدید درد تھا۔ وہ محلّہ کے مشہور سرجن کو دکھا چکی تھیں۔ انھوں نے درد کا انجکشن لگایا اور کہا کہ آنتوں میں پاخانہ سوکھ گیا ہے۔ انجکشن سے بھی اب آرام نہیں ہوتا۔ میں نے درد کے ازالے کیلئے وہی سفوف اور گولی اپنے ہاتھ سے کھلا کر انکے پرانے پرچے اور سونوگرافی دیکھنے لگا۔ دوا کھلائے ابھی بمشکل پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ مریضہ کو کافی آرام ہو گیا۔ میں نے تلئین امعاء کیلئے ایک جوشاندہ تجویز کیا اور ساتھ میں یہ سفوف اور گولیاں انھیں دیں۔ وہ دوبارہ سے دس دن بعد آئیں اور بتایا کہ انھیں بہت آرام ہے۔ ایک ماہ علاج کر کے انکی دوا بند کر دی گئی۔ غالباً ۵، ۶ سالوں بعد رمضان کے مہینہ میں انھیں پھر اتنا ہی شدید درد ہوا، اس بار بھی وہ کئی انجکشن لگوا کر آئی تھیں۔ میں نے درد کے ازلے کیلئے پھر سے وہی سفوف اور گولیاں کھلائیں۔ بحمدللہ ۱۰ منٹ میں انھیں آرام ہو گیا میں نے کچھ ضروری ہدایا ت اور دوا دیکر انھیں واپس بھیجا۔ ایسے درد کے مریض گاہے گاہے آتے ہیں اور انھیں درد سے سکون ہوتا ہے اور مرض بھی دور ہوتا ہے۔ الحمدللہ

ورم زائدہ اعور: جامعۃ الفلاح کلیۃ البنات میں اخیر درجہ کی طالبہ کو پیٹ میں شدید درد ہوا، سونوگرافی میں Acuateappendictis۔ سرجن نے فوراً سے آپریشن کی صلاح دی لیکن گھر والے راضی نہیں ہوئے۔ بحالت مجبوری وہ میرے مطب پر آئے۔ مریضہ کو ابتک درد کے کئی انجکشن

لگ چکے تھے لیکن طبیعت کو Relax نہیں تھا۔ میں نے حسب ذیل دوائیں دیں۔

ایک جوشاندہ وشربت اور درد کے ازالے کیلئے سفوف انگوزہ وحب پوست بیخ آک بیس دن کیلئے دیا اور کہا کہ ۲۰ دن بعد وہیں سے سونوگرافی دوبارہ سے کرائیں۔ درد تو بحمدللہ اسی دن سے غائب ہوگیا تھا۔ ۲۰ دن دوا استعمال کرنے کے بعد دوبارہ سے سونوگرافی ہوئی تو وہ مرض بھی غائب ہو چکا تھا۔ میرے مطب پر ورم زائدہ اعور کے بکثرت مریض آتے ہیں۔

جولائی ۲۰۱۶ کی بات ہے ۔اعظم گڑھ شہر سے ایک ۹ سالہ بچہ شدید درد میں مبتلا تھا، اسکی سونوگرافی کرائی گئی تو رپورٹ تھی۔(Acute Appendicitis)، درد سے بچے کا برا حال تھا، جہاں جہاں اسکے گارجین لے گئے سب نے آپریشن کا مشورہ دیا، وہ اس سے بچنا چاہتے تھے، میرے مطب پر آئے، میں نے درد کے ازالے کیلئے وہی سفوف اور گولیاں دیں اورورم زائدہ اعور حاد کو ختم کرنے کیلئے مزید داوائیں دیں۔ درد تو پہلی خوراک سے ہی دور ہو گیا تھا، ایک ماہ دوا کھلانے کے بعد جب دوبارہ سے سونوگرافی کرائی تو مرض بالکلیہ غائب تھا۔

۲۰ نومبر ۲۰۱۸ء بعد نماز ظہر میرے مطب پر روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کے بیورو چیف ایڈوکیٹ محمد اسلم جمالی صاحب ایک اہم موضوع پر محو گفتگو تھے کہ اچانک ایک رکشہ پلر میرے دواخانہ کے سامنے اپنا رکشہ روک کر دوقدم دواخانہ میں آ کر زمین پر ڈھیر ہوگیا، میں نے اسے اٹھا کر کرسی پر بیٹھایا چہرے پر ضعف ونقاہت کے آثار اور پیشانی پسینہ سے تربترتھی۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے؟ اس نے آہستگی سے کہا کی پیٹ میں بہت درد ہے۔ میں نے اسی وقت اپنے ہاتھ سے آدھا چمچہ سفوف **انگوزہ** اور دوعدد حب **پوست بیخ آک** اسے اپنے ہاتھوں کھلایا اور دواخانہ میں موجود چوکی پر اسے لٹادیا۔ ۱۵ منٹ بمشکل گزرے ہونگے کہ ہم نے اسکے خراٹوں کی آواز سنی، اسے بالکل آرام ہو چکا تھا، اب وہ سوگیا تھا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہم نے اسے جگایا وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے بتایا کہ "رکشہ چلاتا ہوں فضلو نام ہے۔ سدہاری پر رہتا ہوں، دو دن سے مجھے ہلکا ہلکا درد تھا اس کے باوجود بھی میں رکشہ چلا رہا تھا، ابھی ایک گھنٹہ پہلے اس زور کا درد اٹھا کہ میں یہیں آ کر گر پڑا۔

بحمدللہ پیٹ کے شدید درد میں خور دنی طور پر سریع الاثر دوا جسکی مجھے تلاش تھی، وہ مقصود تو حاصل ہو گیا پچھلے آٹھ سالوں سے یہ دوا میرے مطب ہر وقت موجود رہتی ہے اور ہر روز اس طرح کا کوئی نہ کوئی مریض ضرور آتا ہے اور اس دوا کے استعمال سے اسکا درد دور ہو جاتا ہے۔

سفوف انگوزہ مجھے خود بنانا پڑتا ہے۔مزدوروں کے تعاون سے بیخ مدار حاصل کرتا ہوں، اسکی جڑ کی چھال اپنی نگرانی میں اپنے سامنے نکلواتا ہوں۔اسے سکھا کر صمغ عربی کی مدد سے (مٹر کے دانے کے برابر) گولیاں بنواتا ہوں۔تب جا کر ایسے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

یوں تو کسی بھی کھلے میدان میں پورب، پچھّم، اتر، دکھن نظر دوڑائیں تو مدار کا پودا ضرور ہی نظر آجائے گا۔یہ خود رو پودا ہر جگہ موجود ہے لیکن اسے کھودنا، چھیلنا، سکھانا، پسوانا، مشکل کام ہے۔پوست بیخ مدار پنساریوں کے یہاں بھی نہیں ملتا۔اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی جڑ کے چھلکے کا حصول ایک مشکل کام ہے، اسکو کیسے آسان بنایا جائے؟ یہ سوچنا ضروری ہے۔

کوئی دوا ساز کمپنی اس کثیر الفوائد دوا کو ایمانداری کے ساتھ بنائے۔مدار کے پودوں کی کاشت کرے۔جب پودے صحت مند حالت میں ہوں، اس وقت اسکی چھال نکالے۔پوری ایمانداری سے دوا بنائے تو باین طور عصری طبی مسائل میں سے ایک مسئلہ (درد) کا ہم یونانی پیتھی سے ایک حل دے سکتے ہیں۔

جس طرح حکیم اجمل خاںؒ نے "اسرول" پر کام کر کے دنیاء طب کو ایک گراں قدر تحفہ دیا۔ایسے ہی کچھ ریسرچ اسکالرس کو پوست بیخ مدار پر کام کرنا چاہئے کہ وہ دنیائے طب کو درد کا شافی علاج دے سکیں۔

حواشی

۱۔شرح اسباب (اردو) ترجمہ کبیر، حکیم محمد کبیر الدینؒ، حکمت بک ڈپو حیدرآباد ج دوم ص ۲۵۱
۲۔اکسیر اعظم، حکیم محمد اعظم خاں، مکتبہ دانیاں، اردو بازار لاہور، پاکستان ص ۶۴۹
۳۔ترجمہ کبیر محولہ بالا ج دوم ص ۳۰۶
۴۔اکسیر اعظم۔محولہ بالا ص ۶۵۰
۵۔درد۔علامت اور علاج، ابوسعد خالد جاوید، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، جنوری مارچ ۱۹۹۱ ص ۱۸۵
۶۔آیورویدک فارماکوپیا، کویراج جگن ناتھ ویدا دارہ مطبوعات سلیمانی رحمان مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور، مارچ ۲۰۰۶ ص ۹۹

غزل

سینے میں سوئے دل کو جگاتا ہوں آج میں
رو رو کے اک جہاں کو رلاتا ہوں آج میں
سوچا زمیں کے ذروں سے نسبت بھی ہو ذرا
تاروں کو سو زمیں پہ بلاتا ہوں آج میں
اے اہل عرش آپ کو خوش بو مری ملے
خاکِ چمن فضا میں اڑاتا ہوں آج میں
کیسے مکین شیش محل بے نیاز ہے
روداد غم اسے بھی سناتا ہوں آج میں
ساقی خطا معاف ترا خیر خواہ ہوں
سو فرض تیرا یاد دلاتا ہوں آج میں
دیکھے امیر شہر بھی اعجاز دردِ دل
سینے سے بے کسوں کو لگاتا ہوں آج میں
کیسے گزر گیا مجھے دیکھے بغیر وہ
چل زخمِ دل اسے بھی دکھاتا ہوں آج میں
وعدوں کے ماسوا کبھی ان سے ملا بھی کیا
کیوں بے وفا سے آس لگاتا ہوں آج میں
دانش کو دیکھتے ہو کہ ہر حال میں ہے خوش
کیوں ہے، یہ راز تجھ کو بتاتا ہوں آج میں

(**پروفیسر اشتیاق دانش فلاحی**، نئی دہلی

تعارف وتبصرہ

کتاب: **اقامت دین کا اغوا!** مصنف: **خان یاسر**
صفحات: 40، قیمت: 40 روپے
اشاعت: 2018، ناشر: الاکسیر پبلیکیشنز 400070

مبصر: **عبدالرحمن سرور**، جامعہ ملیہ اسلامیہ

'اقامت دین کا اغوا!' کتاب کا عنوان پڑھتے ہی ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اقامت دین کا لفظِ اغوا سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہاں اغوا کسی اور معنی میں استعمال کیا گیا ہے؟ یا شاید یہ لفظ اردو کے علاوہ فارسی، ترکی یا کسی اور زبان کا ہے؟ کچھ ایسے ہی سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوئے۔ عنوان کے نئے پن اور سرورق کی جاذبیت نے مجھے کتاب کے فوری مطالعے پر آمادہ کر دیا۔

کتاب کی نوعیت تصوراتی یا عام الفاظ میں حکایتی ہے۔ مقدمہ میں یہ امر بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ یہاں اقامت دین کے تصور پر علمی گفتگو مقصود نہیں؛ اس کی طرف صرف چند اشارے کئے گئے ہیں۔ باذوق قارئین تفصیلی مطالعے کے لئے مذکورہ کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ کتاب ہذا میں البتہ چند حقائق کی طرف اشارہ تمثیلی طور پر مطلوب ہے۔

چنانچہ بہ الفاظ مصنف: یہ حکایتیں ''کسی جانکار کو کوئی نئی جانکاری نہیں دیں گی لیکن شاید منزل سے ناامید کسی تھکے ہارے مسافر کے دل میں پھر سے دوڑ پڑنے اور دوڑتے رہنے کا خیال پیدا کر دیں۔'' میری سمجھ کے مطابق مقدمہ میں یہ نقطہ بالکل ابھر کر سامنے آ گیا ہے کہ کسی بھی فریضہ کے نفاذ کا قطعی ثبوت اس کی شرعی فرضیت ہوتی ہے۔ اس راستے میں آنے والے چیلنج ومصائب ادائیگی فرض میں مانع نہیں ہونے چاہئیں۔

حکایت کی ابتداء میں قاری کا تعارف مسلمان نامی ایک فرد سے ہوتا ہے۔ پھر اچانک مسلمان کے بچے 'اقامتِ دین' کا اغوا کر لیا جاتا ہے۔ اغوا کرنے والی 'جاہلیت' تھی جو اپنی اسکوٹی پر 'اقامت دین' کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ یہیں سے قاری کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ: اب کیا؟ اور اسی مقام پر مصنف قاری کو ایک دوراہے پر کھڑا کر دیتا ہے۔ اب یہ قاری پر منحصر ہے کہ اس کہانی کا اختتام کیسے ہو؟ پہلے منظر نامے کے مطابق یا دوسرے منظر نامے کے مطابق۔

پہلے منظر نامے یا حکایت میں، اقامت دین کے اغوا کے بعد، واقعہ نگاری کچھ یوں کی گئی ہے کہ جیسے ہی مسلمان گھر پر آتا ہے، اس کے چار بہت ہی مخلص دوست خیر خواہ، مفکر، بزرگ اور رضا کار اس کی تعزیت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ کمرے میں بیٹھ کر جس انداز کی گفتگو ہوتی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے... پھر چاہے وہ بزرگ کی صبر و سمجھوتے سے بھری نصیحت آمیز گفتگو ہو؛ یا رضا کار کے شجاعت سے بھرے پر جوش نعرے؛ مفکر کی فلسفیانہ موشگافی؛ یا خیر خواہ کی خیر خواہانہ منطق۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اقامت دین کی بازیافت یقینی نہ بنا سکی... کیونکہ نری باتوں سے اس کام کو انجام دیا بھی نہیں جا سکتا۔ البتہ ایک ترکیب تخفیفِ حزن کے سلسلے میں تیر بہدف ثابت ہوئی اور وہ یہ کہ اقامت دین کو بھلا دیا جائے۔ یہ کہانی کو ختم کرنے کی پہلی صورت ہے۔

دوسری طرف متبادل منظر نامے میں کہانی یوں آگے بڑھتی ہے کہ اقامت دین کے اغوا ہو جانے کے بعد مسلمان اپنے دوست مفکر سے رابطہ کرتا ہے۔ مفکر، اطلاع ملتے ہی، خیر خواہ، رضا کار اور بزرگ سے رابطہ کرتا ہے۔

اس کوشش کے نتیجے میں مسلمان اور اس کے سارے دوست مل کر جاہلیت کا راستہ روکنے اور اقامت دین کو حاصل کر لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں صرف منصوبے اور کوشش ہی کام نہیں آتیں؛ مدد ایک اور جگہ سے حاصل ہوتی ہے... لیکن ان تمام تفصیلات و جزئیات کا مزہ تبھی ہے جب اس پوری حکایت کا مطالعہ کیا جائے۔

یہ تحریر ان تمام لوگوں کے لئے پیغام حرکت ہے جو اپنے مشن کے لئے محنت اور جہد مسلسل سے جی چراتے ہیں اور بس حیلے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں... کام نہیں کرتے۔ یہ کتاب جلی الفاظ میں یہ پیغام دیتی ہے کہ اپنی کم علمی یا کم ہمتی کی وجہ سے مقصد کی حصولیابی کو ممکن نہ بنا پانا اس بات کی قطعی دلیل نہیں کہ مقصد کو بدل دیا جائے۔ یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں جم کر کوششیں کرنی ہوں گی۔ بالفاظ دیگر دنیا میں اقامت دین کے مقصد کو حاصل کرنے میں مصائب و آلام کا سامنا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم سرے سے اقامت دین کے مقصد ہونے کا ہی انکار کر دیں؛ مشکلات کے باوجود کوشش کرنے ہی میں ہماری اصل کامیابی ہے۔

جہاں تک فنی بحث کا سوال ہے تو اس حکایت کے اندر پلاٹ، کردار نگاری، مکالمہ نگاری، منظر کشی، جذبات کے اتار چڑھاؤ... الغرض بہترین اسلوب کے مکمل عناصر پائے جاتے ہیں۔ البتہ حکایت اس قدر تمثیلی ہے کہ بآسانی کتاب کے مدعا تک وہی قاری پہنچ سکتے ہیں جو اقامت دین کے تصور سے بھی واقف ہوں اور دور حاضر میں اس تصور پر کئے جانے والے عجیب و غریب اعتراضات سے بھی۔ ●▣●

آپ کے خطوط

محمد اشہد فلاحی جونپور، جامعۃ الفلاح

ہر بار کی طرح اس بار بھی ماہ دسمبر کا شمارہ اپنے دامن میں انتہائی قیمتی اور مختلف النوع مضامین کا گلدستہ لیے ہوئے موصول ہوا۔ رسالے کی پہچان کے مطابق تمام مضامین علمی و تحقیقی رنگ لیے ہوئے ہیں۔ ایک لمبے عرصے سے اردو تراجم قرآن پر ایک نظر کے عنوان سے نکلنے والا مضامین کا سلسلہ اب حیات نو کی شناخت بن چکا ہے۔ جامعۃ الفلاح جس کے نصاب میں قرآن مجید کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور جہاں طلباء کو براہ راست قرآن مجید کی تعلیم علم و تحقیق کے اعلی معیار پر دی جاتی ہے، اس تناظر میں اردو تراجم قرآن پر ایک نظر اور اس نوعیت کے دیگر مضامین جیسے افادات جلیل احسن ندوی، اعراب القرآن اور علامہ فراہی وغیرہ منتہی درجات کے طلباء بالخصوص طلبہ فضیلت کے خصوصی توجہ کا مرکز ہیں۔ قرآنیات کے متعلق انہیں قیمتی مضامین کی وجہ سے ہر مہینے شدت سے اس کا انتظار رہتا ہے۔ اسلامی تہذیب کی امتیازی خصوصیات کے عنوان سے اس شمارے میں ضمیر الحسن خان فلاحی صاحب کی دوسری اور آخری قسط بھی بڑی اہم اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ کے لب و لہجے اور انداز تحریر میں سلاست و روانی بھی ہے اور ادبیت کی چاشنی بھی اور جس مہارت سے آپ نے اس وسیع موضوع کو مضامین کی دو قسطوں میں سمویا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا عالم کو تہذیب و سلیقہ سکھانے والا کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ مضمون کے آخر میں ایجنڈے اور لائحہ عمل کے تحت بیان کیے جانے والے نکات بھی انتہائی اہم ہیں۔ نایاب خطوط کے کالم کے تحت شائع ہونے والا عنایت اللہ اسد سبحانی صاحب کا خط بھی انتہائی اہم، قیمتی اور جذبوں اور حوصلوں کو مہمیز دینے والا اور امنگوں اور ولولوں کو تحریک دینے والا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر احسان اللہ فہد صاحب کا مضمون امن کا قرآنی تصور بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور حالات حاضرہ کے تناظر میں مسئلہ جہیز کے بارے میں ذوالفقار علی فلاحی صاحب کا مضمون بھی کافی اہم ہے۔

جامعہ کے لیل ونہار

مصباح الباری فلاحی
استاذ شعبہ اعلی، جامعۃ الفلاح
موبائل: 8565954119

جنوری ۲۰۱۹ کے پہلے عشرے میں جملہ وابستگانِ جامعہ کے لیے یہ خبر کافی خوش کن ہوگئی کہ مادر درسگاہ کا ایک قدیم طالب علم شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر ہوگیا۔ ڈاکٹر فیضان احمد فلاحی کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔ انھوں نے ۱۹۷۶ میں عالمیت جب کہ ۱۹۷۸ میں فضیلت مکمل کرنے کے بعد ۱۹۷۹ کی سردیوں میں کورس بی اے (آنرس) شعبہ عربی میں داخلہ لیا تھا۔ ۱۹۸۷ میں ایم فل کیا جب کہ ۱۹۹۰ میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔ موصوف نے پروفیسر راشد ندوی کے اشراف میں ''محمد رشید رضا مصری کی حیات وخدمات'' پر اپنا مقالہ جمع کیا۔ ان کی صالحیت وصلاحیت کی بنیاد پر یکم ستمبر ۱۹۸۸ میں اسی شعبہ میں بحیثیت لیکچرر ان کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ ہم وابستگانِ جامعہ موصوف کی مزید علمی ترقیوں کے لئے دعا گو ہیں۔

اساتذہ کرام کے ہمراہ ناظم جامعہ کی نشست

۲۴/دسمبر ۲۰۱۸ء بروز یکشنبہ ابواللیث ہال میں ایک نشست جملہ شعبہ جات کے اساتذہ کرام کے ہمراہ ہوئی۔ جس کا ایجنڈہ تھا ''جامعۃ کے نظام کو کیسے پرسکون بنایا جائے؟''

افتتاحی کلمات مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب نے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ کچھ ضوابط جامعہ کے ماحول کو پرسکون بنانے کے لیے شروع کیے گئے تھے لیکن طلبہ وقفہ میں گیٹ کو پھلانگ کر جاتے ہیں اور دیر سے کلاس آتے ہیں اس کے علاوہ اب تو گیٹ پر بعض مسائل پیدا ہورہےہیں۔ اس لیے اساتذہ کرام کو اکٹھا کیا گیا تاکہ کھل کر سب کی باتیں سامنے آئیں اور مفید مشوروں اور رایوں پر عمل کیا جائے۔

پھر اساتذہ کرام نے اپنی رائیں اور تجاویز پیش کیں اور آخر میں صدارتی کلمات ناظم جامعہ نے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بچے اللہ کی امانت ہیں ان کو شفقت اور محبت سے سمجھائیں ہم اپنے فریضے کو سمجھیں محض پیسے سے کوئی نظام نہیں بنتا بلکہ ہم اپنے اندر اللہ کا خوف پیدا کریں اور بچوں کا دل جیتنے کی کوشش کریں۔ منفی پہلو سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور جب آپ مشورہ دینا چاہیں تو ہمارے پاس آپ کسی بھی وقت تشریف لا سکتے ہیں۔ اس پروگرام کی نظامت کے فرائض نائب صدر مدرس جناب مولان عبدالعظیم فلاحی صاحب نے انجام دیے۔

نائب صدر مدرس کی تعطیل سرما سے متعلق گفتگو

۲۷؍دسمبر ۲۰۱۸ء بروز پنج شنبہ ابواللیث ہال میں مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب (نائب صدر مدرس) نے فرمایا کہ آج تعلیم کا دوآخری دن ہے۔ اس کے بعد چھٹی ہوجائے گی۔ آپ لوگوں کو گھر جانے کی خوشی ہوگی۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سفر بخیر وعافیت پورا کرے۔ آپ لوگ اپنے گھروں پر مسجدوں میں خطبۂ جمعہ اور درس قرآن دینے کا اہتمام کریں۔ لوگوں کو آپ سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ کا رہن سہن اخلاق وکردار بہتر ہوتا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو اور سماج و ماحول پر اچھے اثرات مرتب ہوں۔ آپ تحریک اسلامی کا ہراول دستہ بنیں۔ والدین کی خدمت کریں۔ اللہ ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہو۔

جامعہ میں تعطیل سرما

جامعہ کے تعلیمی کلینڈر کے مطابق ۲۹؍دسمبر ۲۰۱۸ء سے تعطیل سرما کا آغاز ہوا۔ تعطیل سرما ۱۷؍جنوری

۲۰۱۹ء بروز پنج شنبہ تک جاری رہیں۔۔ ۱۹/جنوری ۲۰۱۹ء بروز شنبہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ پہلے دن غیر حاضر طلبہ پر ۲۰۰ روپے کا جرمانہ عائد کیا گیا۔ اس کے بعد یومیہ ۵۰، روپے ہر روز اضافہ کیے جانے کا فیصلہ ہوا۔

تعطیل سرما کے بعد تعلیم کا آغاز اور نائب صدر مدرس کی تذکیر

۱۹/جنوری ۲۰۱۹ء بروز شنبہ تعطیل سرما کے بعد تعلیم کا آغاز ہوا۔ نائب صدر مدرس جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو طلبہ تعطیل سرما کے بعد پہلے دن وقت پر حاضر ہوئے اور نظم وضبط کی پابندی کی ہے وہ لائق تعریف اور قابل مبارکباد ہیں۔ اس وقت سالانہ امتحان بالکل قریب ہے۔ پوری یکسوئی کے ساتھ تعلیم پر توجہ دیں۔ اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ مطالعہ اور پڑھائی لکھائی میں اپنا وقت صرف کریں۔

مولانا واضح رشید ندوی کے انتقال پر جامعہ میں تعزیتی نشست

۲۰/جنوری ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ ابواللیث ہال میں مولانا واضح رشید ندوی کے انتقال پر ناظم جامعہ کی صدارت میں ایک تعزیتی نشست رکھی گئی۔

مولانا اقبال احمد اصلاحی ندوی صاحب کی تلاوت قرآن سے نشست کا آغاز ہوا۔ مولانا عبید الرحمٰن ندوی صاحب نے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ حضرت مولانا واضح رشید ندوی بہت ذ خاکسار اور فیاض تھے۔ حالات حاضرہ پر گہری نظر تھی۔ اللہ تعالی ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

مولانا محمد شعیب ندوی صاحب نے تعزیتی گفتگو میں فرمایا کہ مولانا واضح رشید ندویؒ وقت کے بہت پابند تھے۔ ان کے ہر کام کا وقت متعین تھا۔ ہر شخص جانتا تھا کہ اس وقت مولانا کہاں ہوں گے اور کیا کر رہے ہوں گے۔ کلاسوں کی پابندی کرتے تھے۔ ہمارے اساتذہ میں سے تھے۔ ہمارے والد محترم جناب مفتی ظہور احمد ندویؒ کے ساتھیوں میں تھے۔ عربی اور انگریزی

بہت اچھی جانتے تھے۔ خاکساری کا عالم یہ تھا کہ اگر اردو بولتے تو مخاطب یہ نہیں جان سکتا تھا کہ یہ عربی زبان کے ادیب ہیں۔

مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے تعزیتی کلمات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جامعہ کے ایک وفد نے رائے بریلی میں مولانا واضح رشید ندویؒ کے جنازے مین شرکت کی۔ جس میں میں، مولانا محمد شعیب ندوی اور مولانا ابوالبقاء ندوی صاحب شریک تھے۔ پھر مولانا نے عالم عرب کے ایک عالم دین کی تحریر پڑھ کر سنائی جو مولانا واضح رشید ندویؒ کے سلسلے میں تھی۔

مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب نے فرمایا کہ مولانا واضح رشید کی شخصیت بہت ہی عظیم شخصیت تھی۔ ان کی وجہ سے ایک خلا پیدا ہوگیا ہے۔اللہ تعالی مولانا واضح رشید ندویؒ کے درجات کو بلند کرے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔

ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب نے صدارتی کلمات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا واضح رشید ندوی کو میں نے ان کی عربی تحریروں سے پہچانا ہے۔ حالات پر گہری نگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اچھی عربی وانگریزی جانتے تھے۔ایک بار مولانا واضح رشید ندوی نے لکھا کہ جماعت اسلامی کا جو کام ہے وہ قابل تقلید ہے لیکن ہم ایک ادارے سے وابستہ ہیں اس لیے محدود کام کرتے ہیں۔ کیوں کہ مختلف پابندیوں کی وجہ سے اس کام کو نہیں کر سکتے۔اصلا کرنے کا کام وہی ہے جو جماعت اسلامی کر رہی ہے۔ مولانا سلامت اللہ اصلاحی صاحب کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔نظامت کے فرائض جناب مصباح الباری صاحب نے انجام دیے۔

جامعة میں دو نئی بسوں کی خریداری

جامعہ کے شعبہ نسواں میں زیر تعلیم قرب وجوار کی طالبات کے لیے موجودہ پانچ بسیں ناکافی تھیں۔ طالبات کی کثیر تعداد کی وجہ سے بسیں Over Load چل رہی تھیں۔ طالبات کھڑی

ہوکر سفر کرنے پر مجبور تھیں۔اس لیے مزید بسوں کی خریداری بہت ضروری ہوگئی تھی۔چنانچہ بس خریداری مہم کا جامعہ میں آغاز کیا گیا، جامعہ کے نمائندوں نے کافی محنت کی۔لوگوں نے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دل کھول کر تعاون کیا۔اس طرح دونئی ٹاٹا اسکول بسیں جامعہ میں خریدی گئیں۔اللہ تعالی تمام معاونین کو جزائے خیر سے نوازے اور لوگوں کے تعاون کو صدقہ جاریہ بنائے۔آمین۔

جناب مبین الرحمن صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے

۲۷ دسمبر ۲۰۱۸ءکو جناب مبین الرحمٰن صاحب کے ساتھ جامعۃ الفلاح میں ایک بڑا حادثہ پیش آیا۔موصوف آکولہ سے پنی بچی کو لینے تعطیل سرما کی مناسبت سے آئے ہوئے تھے۔ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ان کا انتقال ہوگیا۔انا اللہ و انا الیہ راجعون۔اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔آمین۔موصوف ویلفئر پارٹی آف انڈیا آکولہ کے ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔دودن قبل ہی انہوں نے اورنگ آباد میں منعقد میٹنگ میں شرکت کی تھی۔

انجمن ہاسٹل کی تعمیر

الحمد للہ جامعہ میں طلباء کے لیے انجمن ہاسٹل کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ یہ جامعہ کا پہلا ہاسٹل ہے جو معیاری منصوبہ بندی کے ساتھ تعمیر ہو رہا ہے۔ یہ عمارت پانچ منزلہ ہوگی۔ طلبا کی رہائش کے لیے ۱۵۲ کمرے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ۴ر بیڈ ہوں گے۔ ریڈنگ روم، کامن ہال اور ڈائننگ روم کے ساتھ وارڈن (نگراں) کے لیے فیملی کوارٹر ہوگا۔

الحمد للہ پہلی ونگ کی دوسری منزل کی تعمیر کا کام ہو چکا ہے۔ اس کے اوپر کالمس تیار ہو چکے ہیں، چھت تیار کی جا رہی ہے۔ احباب کا تعاون مل رہا ہے۔ تمام فلاحی برادران کی خصوصی توجہ درکار ہے کہ اپنے اپنے مقام پر خود بھی تعاون کریں اور احباب کو بھی آمادہ کریں۔

یہ بہت بڑا پروجیکٹ ہے۔ انشاء اللہ انجمن کی طرف سے جامعہ کی بڑی خدمت ہوگی۔ اللہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین

ممبئی یونٹ کی جانب سے یک روزہ ورکشاپ کا اہتمام

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح ممبئی یونٹ نے وابستگان انجمن کو متحرک کرنے، باہم مل کر آپسی مسائل حل کرنے کی تدبیریں سوچنے اور نیا حوصلہ و جذبہ پیدا کرنے کے لیے ۱۶ جنوری ۲۰۱۸ء بروز اتوار بمقام فرسٹ فلور، تنور نگر مسجد کوسہ، ممبرا، تھانہ میں یک روزہ ورکشاپ کا اہتمام کیا۔ اس پروگرام کی صدارت ناظم جامعۃ الفلاح مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی مدظلہ العالی نے فرمائی۔ پروگرام کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اس کا دائرہ صوبہ مہاراشٹر تک وسیع کر دیا گیا تھا۔ الحمد للہ ۷۹ وابستگان انجمن نے اس میں شرکت فرمائی۔ صدر انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح مولانا مشرف حسین فلاحی صاحب بعض مجبوریوں کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکے۔

مذاکرہ بعنوان : جدید تعلیمی چیلنجز اور جامعۃ الفلاح

’جدید تعلیمی چیلنجز اور جامعۃ الفلاح‘ کے عنوان پر مذاکرہ میں جناب معین الدین

فلاحی (وائس پرنسپل پونا کالج) جناب صبغۃ اللہ عمر فلاحی (ناظم الجامعۃ الاسلامیۃ تلکہنا، سدھارتھ نگر) جناب دانش ریاض فلاحی (ڈائریکٹر معیشت ملٹی میڈیا، ممبئی) جناب اوصاف احمد فلاحی (امیر مقامی جماعت اسلامی ہند، بھیونڈی) وغیرہم نے اس میں پر جوش حصہ لیا۔ تکنالوجی کی ترقی سے پیدا شدہ تعلیمی چیلنجز، کردار سازی سے عاری نظام تعلیم، مادہ پرستانہ اور مغربی تہذیب پر مبنی نیا نظام تعلیم، نیز حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی سے پیدا ہونے والے چیلنجز زیر بحث آئے۔ جامعۃ الفلاح کے مقاصد کے تناظر میں بالخصوص دو پہلوؤں پر کافی زور رہا۔ اول تو تقابل ادیان کی تعلیم اور ملکی و علاقائی زبانوں کی تعلیم کے اہتمام کی طرف فوری اور شدید توجہ کا احساس ۔ دوم بنیادی تعلیم کو مضبوط بنیادیں فراہم کرتے ہوئے اگلے مراحل میں امت اور انسانیت کی ضرورتوں کے لحاظ سے اختصاص کے طریقہ کو اپنانے پر زور تاکہ حسب ضرورت ماہرین کی کھیپ میدان عمل میں بھیجی جا سکے۔

فارغین جامعہ کے مسائل اور ہماری ذمہ داریاں کے عنوان پر پینل ڈسکشن کا بھی اہتمام تھا۔ اس ڈسکشن میں جناب اوصاف احمد فلاحی (امیر مقامی جماعت اسلامی ہند، بھیونڈی) جناب عبداللہ ترابی فلاحی (سابق نیوز رائٹر این ڈی ٹی وی، ممبئی) جناب عرفان شاہد فلاحی (لکچرر شعبہ معاشیات ممبئی یونیورسٹی) جناب عبدالمنان مظہر فلاحی قاسمی (کوآرڈی نیٹر آئیڈیل فائنڈیشن، نوی ممبئی) وغیرہم کے علاوہ بیشتر شرکاء نے بھرپور حصہ لیا۔ مختلف تجاویز سامنے آئیں۔ فوری طور پر معلوماتی فارم پر کرایا گیا تاکہ رابطے کی مضبوط شکل پیدا کی جا سکے۔ امداد باہمی فنڈ اور اعلیٰ تعلیم و ملازمت کے لیے تعاون وغیرہ تجاویز بھی زیر غور رہیں۔ تمام تجاویز پر بعد میں مقامی شوریٰ غور و فکر کے بعد حتمی فیصلہ لے گی۔

سب سے دلچسپ پروگرام ''پیشکش'' مادر علمی کی ایک خدمت جو میں کر سکتا ہوں) رہا۔ اس میں انجمن کے وابستگان نے اپنی اپنی صلاحیت، حیثیت اور رجحان کے لحاظ سے اظہار کیا کہ وہ کیا کر سکتے ہیں۔ اس میں تمام شرکاء کو حصہ لینا تھا۔ لیکن وقت کی قلت کی وجہ سے ہر ایک

کوموقع نہیں مل سکا البتہ مدعا اورلب لباب سامنے آجانے کے بعد ہر ایک نے اپنے اپنے طور پرعہد باندھا کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ کریں گے۔

اس موقع سے جامعۃ الفلاح اور انجمن طلبہ قدیم کی بعض اہم ضروریات کی طرف بھی شرکاء کوتوجہ دلائی گئی بالخصوص ''انجمن ہاسٹل'' کے پروجیکٹ پر جناب ادہم فلاحی (خازن انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح) نے تفصیل سے روشنی ڈالی۔اب تک کی پیش رفت سے آگاہ کیا اور آئندہ کی ضروریات سے بھی واقف کرایا۔ ان شاء اللہ اس پروجیکٹ کو تیزی سے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

اپنی صدارتی اور اختتامی گفتگو میں ناظم جامعۃ الفلاح مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی مدظلہ العالی نے ورکشاپ کے انعقاد اور انجمن کے وابستگان کی جامعۃ الفلاح کے تئیں فکرمندی پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہی احساس آئندہ عمل کا روپ اختیار کرے گا۔انہوں نے مزید فرمایا کہ جو قیمتی باتیں یہاں سامنے آئی ہیں غور وفکر کے بعد قابل عمل پہلوؤں کو حتی المقدور روبہ عمل لانے کی کوشش کی جائے گی۔ گرچہ ان میں سے بہت سے مسائل پر ہم پہلے سے بھی سوچ رہے ہیں اور بعض امور کی شروعات پہلے ہوچکی ہے۔ جامعۃ الفلاح کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وہ مسائل پر کھلے دل سے سوچتا ہے اور نفع بخش چیز کو قبول کرنے میں کبھی نہیں ہچکچاتا۔انہوں نے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ ہمارے وابستگان جو کچھ چاہتے ہیں وہ رابطے میں رہیں توان شاء اللہ ان کے تعاون سے ہم ہر مشکل پر قابو پالیں گے اور ہر ایک سے بھر پور فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔

اسی دن مسجد میں بعد نماز مغرب عوام کے لیے ناظم جامعہ کا درس قرآن کا بھی پروگرام رہا۔اور بعد نماز عشاء معززین شہر کے ساتھ عشائیہ اور ملاقات کا بھی اہتمام ہوا۔معززین سے ملاقات کے دوران ناظم جامعہ نے جامعۃ الفلاح کے امتیازات پر روشنی ڈالی اور حالات کے تناظر میں ان کے سوالات کے جوابات بھی دیے اور رہنمائی فرمائی۔

(**محمد خالد مخدومی**،سکریٹری انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح،ممبئی یونٹ)

امارات میں مقیم فلاحی برادران کی نشست

برادرم محی الدین غازی فلاحی صاحب کی دبئی آمد پر ایک مختصر نشست امارات میں مقیم فلاحی برادران کے ساتھ رکھی گئی۔نشست کا آغاز برادر عبیداللہ فلاحی کی تلاوت قرآن سے ہوا۔

باہمی تعارف کے بعد حال ہی میں پاکستان سے دہلی تشریف لائے برادر فرحان زہری فلاحی صاحب (فرزند مرحوم صدرالدین اصلاحی) نے فلاحی برادران کو مخاطب کیا۔فرحان صاحب نے جامعہ سے اپنے دیرینہ تعلق کے بارے میں روشناس کرایا۔آپ نے اس دور کے اساتذہ کرام کی خدمات اور طلباء کے تئیں ان کے خلوص ومحبت کی صراحت کی۔ برادرم فرحان حال ہی میں دہلی منتقل ہوئے ہیں اور یہاں ایک یونی ورسٹی میں تعلیمی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

برادر عزیز محی الدین غازی فلاحی جو اس وقت جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرالہ میں کلیۃ القرآن میں بحیثیت ڈین اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں انہوں نے وہاں کی تعلیمی سرگرمیوں سے روشناس کرایا۔ برادر عزیز نے رزق کے حصول کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ خواہ کوئی شخص بیرون ملک ملازمت کرتا ہو یا ہندوستان میں اگر وہ اپنی ضروریات کو اپنی آمدنی کے تحت کنٹرول کرے تو اسے اپنی زندگی میں دشواریوں کا سامنا نہیں ہوگا۔مطالعہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے غازی صاحب نے کہا کہ ہر شخص کو اور خاص کر فلاح سے فارغ التحصیل طلباء کو اپنے مطالعہ کو وسیع کرنا ہوگا۔آج کے اس جدید دور میں ایک داعی کا سب سے بڑا ہتھیار اس کا علم ہے۔اور جب تک ایک داعی اور خاص کر فلاحی قرآن وحدیث کا اور جدید علوم کا دقیق مطالعہ نہ کرے وہ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

دوران گفتگو برادر عزیز نے جدید تعلیمی طریقوں سے بھی روشناس کرایا کہ ان جدید طریقوں سے کس طرح طلباء میں علم کے حصول اور مطالعہ کا ذوق پیدا کیا جاتا ہے۔اس طرح کے تجربات سے جامعہ اسلامیہ شانتاپورم میں جو مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کی اور یہ بھی بتایا کہ ایسے تجربات جامعۃ الفلاح میں بھی کیے جاسکتے ہیں۔جن سے طلباء میں قرآن وحدیث اور مختلف موضوعات پر مطالعہ کا ذوق بڑھے گا۔

آخر میں موسی کلیم نے فلاحی برادران کو جامعہ ہاسٹل کی تعمیر کے مراحل سے آگاہ کیا اور سبھی حضرات سے اس کام میں تعاون کی درخواست کی۔ حال ہی میں انتقال فرمائے برادر رضوان فلاحی کی مغفرت کی دعا کے بعد نشست اختتام کو پہونچی۔

(**سید موسی کلیم**، انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح صدر یونٹ یواے ای)

دعائے صحت کی درخواست

ایک افسوس ناک اطلاع یہ ہے کہ برادر محترم محمد اکرم فلاحی صدر قطر یونٹ فجر کی نماز کے لیے جاتے وقت مسجد کے باہر لگے ہوئے لوہے کی زنجیر میں پھنس کر گر گئے۔ سینے اور بائیں ہاتھ میں چوٹ آ گئی ہے مائنر فریکچر ہوگیا ہے۔ ہاسپٹل سے گھر آ گئے ہیں۔ فی الحال طبیعت بہتر ہے۔تمام احباب سے ان کی صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

محمد رضوان فخری فلاحی کا اچانک دبئی میں انتقال

۲۷دسمبر ۲۰۱۸ء/ بہت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ محمد رضوان فخری فلاحی، فخرالدین پور ساکن دبئ کا اچانک دبئ میں انتقال ہوگیا ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔موصوف کی فراغت عربی پنجم سے ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔موصوف سید موسی کلیم اور صابر سیبی بھائی کے ہم سبق تھے۔ کافی زندہ دل خوش طبعیت اور ایک سماجی شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالی مرحوم کی لغزشوں کو اپنی خاص عنایتوں سے درگزر فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ موصوف کافی عرصہ سے شوگر کے مریض تھے۔

انتقال پر ملال

برادر موسی کلیم فلاحی (صدر یونٹ یو اے ای) اور حنیف کلیم فلاحی صاحبان کی دوسری والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین ۔تمام فلاحی برادران سے ان کی مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔